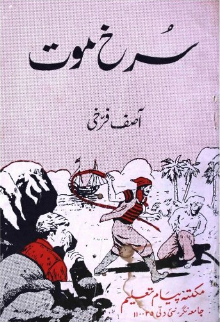
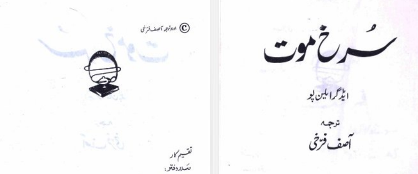

سُرخ موت
آصف فرخی
مکتبہ پیام تعلیم
جامعہ نگر۔ نئی دلّی ۱۱۰۰۲۵



سُرخ موت

ایڈگر ایلین پو

ترجمہ

آصف فرخی

مکتبہ پیامِ تعلیم جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

تقسیم کار

صدر دفتر:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی 110025

شاخیں:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی 110006

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی 400003

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ 202002

بار اول ۱۹۹۹ء تعداد 1000 قیمت 4/50

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں طبع ہوئی۔

فہرست

حیرت اور تخیل کے افسانے

یہ دنیا حیرت کا مقام ہے۔ یہ انوکھی اور بھید بھری دُنیا۔ دنیا کے چپے چپے اور وقت کے لمحے لمحے میں نہ جانے کتنی بہت سی داستانیں پنہاں ہیں جو آشکارہ ہونا چاہتی ہیں۔ جو دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان تلاش کرتی رہتی ہیں۔ حیرت ہر قدم پر ایک نئی داستان سناتی ہے اور داستان میں جو کمی بیشی رہ جائے تو تخیل اس میں رنگ آمیزی کرتا ہے۔ حیرت تخیل کو فروغ دیتی ہے، اور تخیل پھر ایک نئی حیرت کو جنم دیتا ہے۔ حیرت اور تخیل کا انوکھا داستان طراز ایڈگر ایلن پو، ہماری اس دنیا میں ان دونوں عناصر کی کارفرمائی کے قصے سناتا ہے، بلکہ اس نے کہانی کو بھی ایک نئے موڑ پر لا کھڑا کیا ہے۔ انیسویں صدی کا امریکی ادیب اڈگر ایلن پو مختصر افسانے کا باوا آدم ہے۔ وہ شاعر اور نقاد کی حیثیت سے بھی ممتاز ہے، مگر اس کا عجیب وغریب کارنامہ یہ ہے کہ اس نے لمبی چوڑی کہانیوں کو تراشش خراش کر اور زندگی کا جوہر بھر کر مختصر افسانے کو ایک باقاعدہ ادبی صنف کے طور پر روشناس کروایا اور پھر اس صنف کو اعتبار بخشا۔ مختصر افسانے نے پو کے بعد بہت ترقی کی مگر پو اس صنف کے ان گنے چنے مصنفوں میں سے ہے جو اپنے طرز کے موجد بھی تھے اور خاتم بھی۔ پو کے افسانے آج بھی اس حیرت انگیز اور خیال افروز دنیا کا سرچشمہ ہیں۔

پو کے افسانوں کا اردو میں ترجمہ مشہور شاعر ابن انشاء نے کیا تھا جو خود بھی پو کی طرح الف لیلوی مزاج رکھتے تھے۔ موجودہ ترجمہ خاص طور پر نوعمر پڑھنے والوں کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے۔ اس لیے اصل افسانوں کی تلخیص کردی گئی ہے اور زبان و بیان کو بھی کسی حد تک آسان بنایا گیا ہے۔ مگر صرف اسی حد تک کہ کہانی سمجھنے میں مشکل نہ ہو اور اصل کی روح بھی متاثر نہ ہونے پائے۔

آصف فرّخی

سونے کا کیڑا

کئی سال پہلے کی بات ہے کہ ایک صاحب سے جن کا نام ولیم لیگراں تھا، میری دوستی ہوگئی۔ ان کا تعلق ایک قدیم اور معزز گھرانے سے تھا جو کسی زمانے میں بڑا مال دار تھا۔ بدقسمتی یہ ہوئی کہ پے در پے حادثات نے اسے مفلوک الحال بنا دیا۔ اپنی حالت پر شرمندگی کی وجہ سے اس نے نیو اورلینز کا شہر چھوڑ دیا جہاں وہ پیدا ہوا تھا، اور جنوبی کیرولینا کی ریاست میں چارلزٹن کے نزدیک جزیرہ سلی وان نام کے ایک مقام پر جاکر رہنے لگا۔

یہ جزیرہ بھی عجیب جگہ ہے۔ یہ کوئی تین میل لمبا ہے اور اپنے پورے طول میں کسی بھی مقام پر کوئی چوتھائی میل سے زیادہ چوڑا نہیں۔ ایک چھوٹا سا دریا اس جزیرے کو باقی زمین سے علاحدہ کرتا ہے۔ بہت سے جنگلی پرندے یہاں پائے جاتے ہیں، خاص طور پر ایسے پرندے جن کا شکار کیا جاسکتا ہے۔ جزیرے کے مغربی سرے پر ایک قلعہ ہے اور لکڑی کے مکانات، جن میں موسم گرما کے دوران چارلزٹن شہر کے لوگ آکر چھٹیاں مناتے ہیں۔ سمندر کے ساتھ واقع سفید اور سخت ریتیلی ساحلی پٹی اور اس مغربی کنارے کے علاوہ باقی کا تمام جزیرہ گھنی جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا ہے جو اکثر اوقات پندرہ سے لے کر بیس فٹ تک کی اونچائی حاصل کرلیتی ہیں۔

ان گھنی جھاڑیوں کے سب اندر، جزیرے کے مشرقی کنارے سے کے

پاس لیگراں نے اپنے لیے ایک کُٹیا بنا رکھی تھی۔ وہ وہیں رہ رہا تھا جب میں اس سے پہلی بار ملا۔ ایک اتفاقی حادثے کے طور پر ہونے والی یہ ملاقات، بڑے ہی دلچسپ دوستانے کی ابتدا بن گئی۔ میں نے لیگراں کو بڑا مہذب اور شائستہ پایا۔ اور ساتھ ہی یہ احساس بھی ہوا کہ اس کا ذہن عام روش سے کچھ ہٹا ہوا ہے مگر بہت ہوشیار اور رسا ہے۔ مگر وہ عجیب مزاج کا آدمی تھا، گھڑی میں تولہ۔ گھڑی میں ماشہ۔ بعض مرتبہ وہ خوب خوش باش اور چست و ہوشیار معلوم ہوتا۔ اور بعض دفعہ چپ چاپ، گُم صُم، متعان، ٹھس بیٹھا رہتا۔ وہ عورتوں سے بھی بیزار ہوتا۔ اس کی چھوٹی سی کٹیا کتابوں سے بھری ہوئی تھی، مگر وہ کبھی کبھار ہی پڑھا کرتا۔ اس کی اہم ترین دلچسپی یہ ہو کر رہ گئی تھی کہ شکار کے لیے نکل کھڑا ہو، نشانہ بازی کرے یا مچھلی کا شکار کرے۔ ساحل کے ساتھ یا گھنی جھاڑیوں میں چہل قدمی کرتا رہے اور اس دوران سمندر کی سیپیاں اور کیڑے چن چن کر جمع کرتا رہے۔ اس کے پاس کیڑوں کا اتنا غیر معمولی اور تعجب خیز ذخیرہ موجود تھا کہ مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی سائنس داں اس کا مالک ہونے پر فخر محسوس کرتا۔ جب وہ ٹہلنے جاتا تو اکثر ایک بوڑھا حبشی اس کے ہمراہ ہوتا، اس حبشی کا نام جوپیٹر تھا۔ جوپیٹر شروع سے لیگراں کے گھرانے میں کام کرتا آیا تھا۔ اور جب ان کے حالات بگڑ گئے تب بھی اس نے لیگراں کو چھوڑ کر جانے سے انکار کر دیا۔ اس کی وفاداری بے حد قابل تعریف تھی۔

سلی وان جزیرے میں جاڑے کا موسم بہت ٹھنڈا نہیں ہوتا، اور خزاں میں لوگوں کو آتشدان میں آگ جلانے کی ضرورت بھی کم ہی پڑتی ہے۔ اکتوبر ۱۸۰۵ء کے وسط میں ایک بہت سرد دن آیا۔ سورج ڈوبنے سے ذرا دیر پہلے میں جھاڑیوں میں سے گزرتا ہوا اپنے دوست کی کٹیا کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے کئی ہفتوں سے اس سے ملاقات نہیں کی تھی کیونکہ میں چارلسٹن میں رہ رہا تھا جو اس جزیرے سے نو میل کے فاصلے پر ہے

اور وہاں سے جزیرے تک آنا مشکل ہے۔ میں نے کُٹیا پر پہنچ کر دروازے پر دستک دی مگر کوئی جواب نہ ملا۔ دروازے پر تالا پڑا ہوا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ چابی کہاں رکھی رہتی ہے۔ چنانچہ میں نے دروازہ کھول لیا اور اندر چلا آیا۔ اندر آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ پرانی لکڑی کے جل اُٹھنے کا یہ منظر بہت دلکش تھا اور میں اس گرمی کے لیے جلتی آگ کا ممنونِ احسان ہوا۔ میں نے کوٹ اتار دیا اور آتشدان کے قریب آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر اپنے دوست اور اس کے ملازم کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

وہ دونوں اندھیرا ہو جانے کے بعد واپس آئے اور مجھے وہاں دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ جوپیٹر کی باچھیں کھِل گئیں اور وہ رات کے کھانے کا بندوبست کرنے لگا۔ لیگراں میں بھی جیسے بجلی سی بھری ہوئی تھی۔ اس نے ایک انجانی سیپی پائی تھی۔ اور اس کے علاوہ اس نے بڑی دوڑ دھوپ کے بعد جوپیٹر کی مدد سے ایک کیڑا پکڑا تھا اور اس کے اندازے کے مطابق بالکل ہی نئی طرح کا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ اس کیڑے کے بارے میں میری رائے جاننا چاہتا ہے اور اسے امید ہے کہ میں اگلے دن اس کیڑے کو دیکھ لوں گا۔

"لیکن آج رات ہی کیوں نہیں؟" میں نے اپنے ہاتھ آگ پر تاپتے ہوئے پوچھا۔ مجھے کسی انجانے کیڑے بھنگے کے دیکھنے پرکھنے کے خیال سے کوئی خاص دلچسپی نہیں محسوس ہو رہی تھی۔

"ارے، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں آؤ گے!" لیگراں نے کہا، "مگر تم سے ملے ہوئے اتنے دن ہو گئے کہ مجھے بھلا کیا اندازہ ہو سکتا تھا کہ تم آج کی رات مجھ سے ملنے کے لیے آؤ گے؟ میں گھر واپس آ رہا تھا کہ قلعے کا ایک افسر راستے میں مل گیا جس سے میری دوستی ہے، اور حماقت میں، میں نے کیڑا رات بھر کے لیے اس کے حوالے کر دیا۔ اس لیے اب یہ ممکن نہیں ہے کہ تم صبح سے پہلے اسے دیکھ سکو۔ آج کی رات نہیں

ٹھہرو اور کل صبح تڑکے تڑکے، میں جو پیٹر کو بھیج کر منگوا لوں گا۔ میں نے ایسی حسین شے کم ہی دیکھی ہے۔"

"کیا چیز؟ صبح کا منظر؟"

"بکواس! ہرگز نہیں! وہ کیڑا۔ اس کا سونے ایسا دمکتا رنگ ہے، اور بیری کے برابر۔ اس کی پشت پر ایک طرف کالے نشان ہیں اور دوسری طرف ایک لمبوترا سا نشان۔"

"اس کیڑے کے اندر کچھ نہیں ہے، مالک، میں آپ کو بتائے جا رہا ہوں۔" جو پیٹر نے اس کی بات بیچ میں سے کاٹی۔ "وہ کیڑا سونے کا کیڑا ہے، خالص سونا، بالکل ٹھوس سونا، سونا، سوائے اس کے پروں کے۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا وزنی کیڑا نہیں دیکھا۔"

"خیر، اگر یہ درست بھی ہے، تب بھی اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم ہانڈی کو جل جانے دو!" لیگراں نے جواب دیا۔ اور میری طرف رخ کر کے بولا: "واقعی اس کا رنگ بالکل اصلی سونے جیسا ہے، اس لیے جو پیٹر کا خیال ممکن معلوم ہوتا ہے۔ تم نے اس سے زیادہ سونے جیسی چیز نہ دیکھی ہو گی۔ مگر تم کل خود فیصلہ کر لینا۔ جب تک میں تمھیں اس کی وضع قطع کا اندازہ کرائے دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ چھوٹی میز کے پاس بیٹھ گیا جہاں اسے قلم اور دوات تو مل گئے، کاغذ نہ ملا، اس نے دراز میں تلاش کیا مگر کاغذ نہ ملا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔" اس نے ذرا دیر بعد کہا۔ "اسی سے کام چل جائے گا۔" اس نے جیب سے کاغذ کا میلا کچیلا پُرزہ نکالا، اور اس پر قلم سے ایک خاکہ سا بنا دیا۔ اس دوران میں آتش دان کے پاس ہی بیٹھا ہاتھ سینک رہا تھا، کیوں کہ مجھے ابھی تک سردی لگ رہی تھی۔ تصویر مکمل ہو گئی تو اس نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے ہاتھ بڑھا کر پکڑا دی۔

جوں ہی میں نے وہ تصویر پکڑی، زور زور سے بھونکنے اور دروازے پر پنجے مارنے کی آواز آئی۔ جو پیٹر نے دروازہ کھول دیا، اور

بڑا سا، جھبرے بالوں والا کتا اندر داخل ہوا۔ یہ لیگراں کا کتا تھا۔ وہ دُم ہلاتا ہوا میری طرف لپکا۔ کیوں کہ وہ مجھے خوب پہچانتا تھا۔ اس نے چھلانگیں لگا کر اپنی پسندیدگی اور خوشی کا اظہار کیا۔ تھوڑی دیر میں وہ مانوس ہو گیا اور میں نے اس کو وہیں بیٹھ جانے کا حکم دیا اور ایک بار پھر اپنی توجہ کا رخ اس تصویر کی طرف کیا۔ جو میں نے دیکھا، اس نے مجھے حیران کر دیا۔

"خوب!" چند منٹ تک اس تصویر کو دیکھتے رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "اتنا تو کہنا پڑے گا کہ یہ بہت عجیب کیڑا ہے۔ میرے لیے بالکل نیا ہے۔ میں نے اس جیسی کوئی چیز اس سے پہلے نہیں دیکھی، سوائے کھوپڑی کے، یہ تو کیڑے سے زیادہ انسان کی کھوپڑی معلوم ہوتا ہے۔"

"کھوپڑی!" لیگراں نے میری بات دُہرائی۔ "ارے ہاں، کاغذ پر اس کی ایسی ہی صورت نظر آ رہی ہے۔ اوپر والے دو کالے دھبے آنکھیں معلوم ہو رہے ہیں اور نیچے والا بڑا دھبا مُنہ لگ رہا ہے اور اس پورے کی شکل بیضوی ہے۔"

"شاید ایسا ہو" میں نے کہا۔ "مگر لیگراں تم اچھے مصوّر نہیں ہو۔ مجھے خود اس کیڑے کو دیکھنے کا انتظار کرنا پڑے گا تاکہ میں اس کے اصلی خدو خال کا اندازہ لگا سکوں۔"

"اب پتا نہیں۔" لیگراں نے ناراض ہوتے ہوئے جواب دیا۔ "میں اچھی خاصی تصویر کشی کر لیتا ہوں اور ایسا ہونا بھی چاہیے کیوں کہ میں نے اچھے اساتذہ سے سیکھا ہے۔"

"میرے دوست، تم مذاق کر رہے ہو" میں نے کہا۔ "یہ کھوپڑی کی تو اچھی تصویر ہے مگر مجھے تو کسی طرح سے کیڑا نہیں معلوم ہو رہی بلکہ تمھارا دریافت کردہ کیڑا اسی شکل کا ہے تو بہت عجیب ہو گا۔ تم نے جو کیڑا بنایا ہے اس کی تو مونچھیں ہی نہیں ہیں۔"

"مونچھیں!" لیگراں نے پکار کر کہا۔ وہ اس سارے معاملے پر ضرورت سے زیادہ برافروختہ ہو رہا تھا۔ "مجھے یقین ہے کہ تمھیں اس کی

مونچھیں نظر آ رہی ہوں گی۔ میں نے انھیں بالکل صاف صاف بنایا تھا، جس طرح کیڑے پر دیکھا تھا۔ تمھیں ان کو دیکھنا چاہیے۔"

"خیر، کوئی بات نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "شاید تم نے بنائی ہوں۔ مگر مجھے نظر نہیں آ رہی ہیں۔" میں نے کچھ کہے بغیر کاغذ کا ٹکڑا اس کے حوالے کر دیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ چڑچڑا ہو جائے۔ پھر بھی مجھے اس کے رویے پر حیرت ہوئی۔ اس بات پر کہ وہ بلا وجہ اس طرح غصہ کر رہا تھا اور دوسرے اس بات پر کہ کیڑے کی اس تصویر میں واقعی مونچھیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ وہ سچ مچ کھوپڑی کی تصویر معلوم ہو رہی تھی۔

اس نے کاغذ واپس لے لیا۔ اور اسے آگ میں جھونکنے ہی والا تھا کہ اس پر اتفاقی نظر پڑ جانے سے اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اس پر نظریں جمائے ہوئے اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ پھر ایک دم سفید پڑ گیا۔ وہ چند لمحوں تک اس تصویر کو تکتا رہا۔ پھر اس نے میز پر سے موم بتی اٹھا لی اور کمرے کے ایک کونے میں لے جا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے میری طرف کوئی توجہ نہ دی۔ اس کی ساری توجہ کاغذ کے اس پرزے پر مرتکز تھی۔ اس نے اسے اُلٹ پلٹ کر ہر سمت سے دیکھا۔ اس نے مُنہ سے ایک حرف بھی نہ نکالا۔ میں متعجب ہو گیا۔ مگر میں نے سمجھا کہ عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ اسے چھیڑا نہ جائے۔ آخر کار اس نے جیب سے ایک لفافہ نکالا اور کاغذ کو اس میں رکھ لیا۔ پھر اس لفافے کو اس نے دراز میں احتیاط سے رکھ کر قفل لگا دیا۔ تب اسے کچھ سکون ملا۔ جوں جوں شام ڈھلتی گئی وہ خاموش ہوتا گیا، اور میری کسی بات سے دل چسپی ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ میں نے رات وہیں گزارنے کا ارادہ کیا تھا، جیسے کہ میں اس سے پہلے بھی کیا کرتا تھا، مگر اپنے دوست کی کیفیت دیکھ کر میں نے وہاں سے چلے جانے کو بہتر سمجھا۔ اس نے بھی اصرار نہیں کیا کہ میں ٹھہروں مگر میں جب نکلنے لگا تو اس نے گرمجوشی سے ہاتھ ملایا اور میرے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

اس کے بعد میں نے لیگراں کو دیکھا نہ اس کے بارے میں کوئی اطلاع ملی۔ یہاں تک کہ مہینا بھر بعد اس کا ملازم جوپیٹر میرے گھر چارلزٹن آیا۔ میں نے اس سے پہلے بوڑھے حبشی کو اس قدر ناخوش نہیں دیکھا تھا اور مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں میرے دوست کے ساتھ کوئی حادثہ نہ پیش آ گیا ہو۔

"ہاں بھئی جوپیٹر" میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا ماجرا ہے۔ تمھارا مالک کس حال میں ہے؟"

"سچ بتاؤں آپ کو جناب، وہ اتنے ٹھیک نہیں ہیں جتنا کہ انھیں ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک نہیں ہیں؟ مجھے سُن کر افسوس ہو رہا ہے۔ کیوں، کیا ہوا ہے انھیں؟"

"یہی تو گڑبڑ ہے۔ وہ کچھ کہتے نہیں ہیں، مگر اصل میں بہت بیمار ہیں۔"

"بہت بیمار ہیں! تم نے فوراً کیوں نہیں بتایا؟ کہ وہ صاحب فراش ہیں؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔ بلکہ وہ تو ہر وقت باہر ہی گھومتے رہتے ہیں۔ میں ان کے بارے میں بڑا پریشان ہوں۔"

"جوپیٹر، تم جو کچھ کہہ رہے ہو، میں پوری طرح سمجھنا چاہتا ہوں۔ تم کہہ رہے ہو کہ تمھارے مالک بیمار ہیں۔ انھوں نے تمھیں نہیں بتایا کہ انھیں کیا بیماری لاحق ہے؟"

"اچھا، اب آپ پریشان نہ ہوں۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ مالک کہتے ہیں کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ لیکن اگر یہ بات ہے تو پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیوں ہر وقت زمین کی طرف تکے جاتے ہیں اور چہرہ سفید پڑ گیا ہے اور وہ سارا وقت کاغذ کے ایک پرزے کو بھی گھورتے رہتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ وہ مجھے خبر کیے بغیر سورج نکلنے سے پہلے کہیں چلے گئے اور دن بھر غائب رہے۔ مجھے غصہ بھی آیا اور پریشانی بھی ہوئی۔ پھر جب وہ گھر لوٹے تو اتنے بیمار اور تھکے ہارے نظر

آر ہے تھے کہ مجھ سے کچھ کہا نہیں گیا۔"

"بات تو پریشانی کی ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ تم لوگوں سے پچھلی بار میں جب ملا تھا' اس کے بعد کوئی ناخوشگوار بات ہوئی ہے؟"

"نہیں جناب' اس کے بعد سے تو کوئی ناخوش گوار بات نہیں ہوئی ہے۔ مجھے اندیشہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ہوئی ہے۔ بلکہ عین اسی دن جب آپ آئے تھے۔"

"کیسے؟ کیا مطلب ہے تمھارا؟"

"ارے جناب میری مراد اس کیڑے سے ہے۔"

"کیا چیز؟"

"وہ کیڑا۔ مجھے یقین ہے کہ میرے مالک کو اس کیڑے نے کاٹ کھایا ہے۔ ان کے سر پر چڑھ گیا ہے۔"

"تمھارا یہ خیال کس وجہ سے ہے؟"

"مجھے یقین ہے کہ میں ٹھیک کہ رہا ہوں' جناب۔ میں نے اس سے پہلے ایسا کیڑا نہیں دیکھا۔ جو اس کے پاس آئے اسے کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ ڈنک مارتا ہے۔ مالک نے پہلے اسے پکڑا تھا۔ پھر فوراً ہی اسے چھوڑنا پڑا۔ اسی وقت موذی نے کاٹ کھایا ہوگا۔ مجھے تو اس کی صورت سے ہی نفرت ہے' اس لیے میں نے تو اسے ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔ میں نے تو اسے کاغذ میں لپیٹ کر اٹھایا تھا' جو اس کے پاس ہی زمین پر پڑا ہوا ملا تھا۔ اس کو چھوئے بغیر اسی کاغذ کی پڑیا بنا کر رکھ لیا تھا۔"

"تو تمھارا خیال یہ ہے کہ تمھارے مالک کو اس کیڑے نے ڈنک مار دیا اور اس سے وہ بیمار ہو گئے؟"

"میرا خیال نہیں جناب" مجھے معلوم ہے اور بھلا کیا چیز ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر وقت سونے کے بارے میں خواب دیکھتے رہتے

ہیں؟ سونے کے کیڑے کے کاٹنے کا اثر ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے پہلے بھی میں سونے کے کیڑے کے بارے میں سن چکا ہوں۔"

"لیکن تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ سونے کے بارے میں خواب دیکھتا رہتا ہے؟"

"مجھے کیسے معلوم ہے؟ اس لیے کہ وہ نیند میں اس کے بارے میں بڑبڑاتا ہے۔ اس لیے مجھے معلوم ہے۔"

"اچھا جوپیٹر' ہو سکتا ہے کہ تمھارا اندازہ درست ہو' مگر تم آج ہی کے دن مجھ سے ملنے کیوں آئے ہو؟"

"اس لیے جناب کہ میں آپ کے نام اپنے مالک کا خط لایا ہوں۔" یہ کہ کر جوپیٹر نے خط میرے حوالے کر دیا۔

خط میں لکھا تھا:

"میرے عزیز دوست۔ اتنے دن سے ملنے کیوں نہیں آئے؟ مجھے امید ہے کہ تم پچھلی ملاقات کے دوران میری باتوں پر ناراض ہونے کی حماقت نہ کر بیٹھے ہوگے۔

اس پچھلی ملاقات کے بعد سے میں پریشانیوں میں گھر رہا ہوں۔ میں تمھیں کچھ بتانا چاہتا ہوں لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے سمجھاؤں' اور آیا مجھے یہ سب بتانا بھی چاہیے کہ نہیں۔

کئی دن سے میری طبیعت اچھی نہیں رہی۔ بچارا بوڑھا جوپیٹر میرا خیال رکھنے کی کوشش میں مجھے اور پریشان کر دیتا ہے۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ میں پہاڑیوں کی طرف اکیلا جاؤں۔

پچھلی ملاقات کے بعد سے میرے ذخیرے میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکا۔ اگر ممکن ہو سکے تو میری خواہش ہے کہ تم جوپیٹر کے ساتھ جزیرے میں آ جاؤ۔ خدارا چلے آؤ۔ میں آج تم سے ملنا چاہتا ہوں' یہ اشد ضروری ہے۔

ہمیشہ تمھارا

ولیم لیگراں

اس خط کے بین السطور میں کچھ ایسی بات تھی جس نے مجھے پریشان کر دیا۔ اس پر کیا گزری ہے؟ وہ کیا خواب دیکھ رہا ہے؟ جوپیٹر کا خیال کہ وہ بیمار ہو گیا ہے، خاصا پریشان کن تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں وہ ہوش و حواس نہ کھو بیٹھے۔ وہ اس جزیرے پر تن تنہا رہتا تھا۔ اور صرف کیڑے اور سیپیاں جمع کرتا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ بہتر یہی ہوگا کہ مزید تاخیر کے بغیر میں جوپیٹر کے ساتھ جزیرے چلا جاؤں۔

جب میں جوپیٹر کے ساتھ کشتی تک آیا تو میں نے دیکھا کہ اس میں لکڑی کے دستے والی ایک لمبی خم دار چھری اور تین کدال رکھے ہوئے ہیں۔ یہ سب چیزیں نئی معلوم ہو رہی تھیں۔

"یہ کس لیے ہیں؟" میں نے جوپیٹر سے پوچھا۔

"یہ لمبی چھری دراصل درانتی ہے، اس سے گھاس اور جھاڑیاں کاٹتے ہیں اور یہ کدال مٹی کھودنے کے کام آتے ہیں۔"

"یہ تو مجھے معلوم ہے"۔ میں نے جواب دیا۔ مگر یہ تم کس لیے لے کر آئے ہو؟"

"مالک نے مجھ سے کہا تھا کہ شہر سے خریدتے لانا، اور ان کے دام بھی اچھے خاصے دینے پڑے۔"

"لیکن تمہارے مالک کو ان کی کیا ضرورت ہے؟"

"مجھے کیا پتا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ یہ سب سونے کی کیڑے کی وجہ سے ہے۔"

مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ جوپیٹر سے کوئی اور جواب نہیں مل سکتا، کیوں کہ وہ ہر بات پر گھوم پھر کر سونے کے کیڑے کا ذکر لے آتا۔ میں کشتی میں بیٹھ گیا۔ میں بے چین تھا کہ کسی نہ کسی طرح جلد از جلد اپنے دوست تک پہنچ جاؤں۔

سہ پہر کے تین بج رہے تھے جب ہم اس کٹیا تک پہنچے۔ لیگراں بے صبری سے ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا اور آنکھوں

کے نیچے گہرے حلقے تھے۔ میں نے اس کی مزاج پرسی کی۔ اس کے بعد جب میری سمجھ میں نہ آیا کہ اور کیا کہوں تو میں نے پوچھا کہ کیا اسے قلعے کے فوجی افسر سے وہ سونے کا کیڑا واپس مل گیا تھا؟

"ہاں، ہاں۔ اس نے جواب دیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ مجھے اگلی صبح ہی واپس مل گیا تھا۔ اب اسے مجھ سے کوئی جدا نہیں کر سکتا۔ تمھیں معلوم ہے کہ اس کے بارے میں جوپیٹر کا اندازہ بالکل درست ہے۔"

"وہ کس طرح؟" میں نے پوچھا اور دل میں سوچا کہ شاید یہ بچارا سچ مچ پاگل ہوا جا رہا ہے۔

"یہ اندازہ کہ کیڑا سچ مچ سونے کا ہے! اس نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ میں حیران رہ گیا۔"

"یہ کیڑا میرے لیے دولت حاصل کرے گا" اس نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنی گفتگو جاری رکھی۔ میں اپنے خاندان کی کھوئی ہوئی املاک دوبارہ حاصل کر لوں گا۔ تو پھر اس میں حیرت کی کیا بات ہے کہ یہ کیڑا میرے لیے اتنی اہمیت رکھتا ہے؟ جوپیٹر، کیڑا لے کر آؤ۔"

"کیا؟ وہی کیڑا، میرے مالک؟ میں نہیں لاتا، آپ خود ہی لائیے۔"

لیگراں اپنی جگہ سے اٹھا اور شیشے کی ڈبیہ اٹھا کر لایا جس میں وہ کیڑا رکھا ہوا تھا۔ کیڑا اتنا حسین تھا کہ اس پر نگاہ نہ ٹھہرتی تھی، اور سائنسدانوں کو اس کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ سائنسی نقطۂ نظر سے یہ بہت اہم دریافت تھی۔ اس کی پشت پر ایک طرف دو کالے دھبے تھے اور دوسری طرف ایک لمبا سا نشان۔ وہ دیکھنے میں سخت اور چمکیلا تھا، اور بالکل اصلی سونے کا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ وزنی بھی تھا اور ان سب باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے، سیدھے سادے جوپیٹر پر کوئی الزام رکھنا مشکل تھا کہ وہ اس کیڑے کے بارے میں ایسے خیالات کیوں رکھتا ہے۔ مگر مجھے اس سے بھی زیادہ پریشان کن یہ بات معلوم ہوئی کہ لیگراں کو اعتقاد تھا کہ یہ کیڑا سونے کی تلاش میں اس کی مدد کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

جب میں کیڑے کا معائنہ کر چکا تو لیگراں نے مجھ سے کہا: "میں نے تمھیں اس لیے بلا بھیجا ہے کہ مجھے اس معاملے میں تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"میرے عزیز" میں نے اس سے کہا "تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔ تمھیں احتیاط برتنی چاہیے۔ تم جا کر لیٹ رہو۔ میں چند دن تک تمھارے ساتھ ہی رہوں گا جب تک کہ تمھاری طبیعت اچھی نہ ہو جائے۔ تم اس وقت حالتِ اضطراب میں ہو اور تمھیں بخار بھی ہے۔"

"مجھے کوئی بخار نہیں ہے۔" اس نے کہا۔

"خیر اس کا مطلب ہے کہ تمھیں بخار نہیں ہے مگر تم بیمار ہو، اور اس لیے تمھیں بستر میں آرام کرنا چاہیے۔"

"تمھارا خیال بالکل غلط ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "میں تم دونوں سے زیادہ بہتر ہوں۔ میں صرف اپنی دریافت کی وجہ سے پُرجوش ہوں۔ تم مجھے میرا کام جاری رکھنے دو۔"

"اور تم یہ کس طرح کرنا چاہتے ہو؟"

"بہت آسانی سے۔ جو پیٹر کے ساتھ میں پہاڑیوں کی طرف جا رہا ہوں اور ہمیں تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔ تم ہی واحد آدمی ہو جس پر ہم بھروسا کر سکتے ہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ مجھ سے جو بن پڑا، میں مدد کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن تمھارا کیا مطلب ہے کہ تم پہاڑیوں میں جس سفر پر جا رہے ہو، اس کا اس سنہری کیڑے سے کوئی تعلق ہے؟"

"بالکل ہے۔"

"تو پھر میں تمھاری کوئی مدد نہیں کروں گا۔ یہ بالکل فضول بات ہے۔"

"مجھے بہت افسوس ہے، بے حد افسوس۔ پھر ہمیں یہ کام خود ہی کرنا پڑے گا۔ حالاں کہ اس طرح خطرہ بڑھ جائے گا۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو! تم کتنے دن کے لیے جا رہے ہو؟"

"شاید ایک رات کے لیے۔ ہم فوراً نکل کھڑے ہوں گے اور سورج نکلنے سے پہلے لوٹ آئیں گے۔"

"تم مجھ سے وعدہ کرو کہ جب یہ سب ختم ہو جائے گا اور کیڑے کے کاٹنے سے نجات مل جائے گی تو تم فوراً گھر لوٹ آؤ گے اور آرام کرو گے؟"

"ہاں، میں وعدہ کرتا ہوں۔ اب چلو، فوراً نکل چلیں، وقت کم ہے۔"

بادلِ ناخواستہ میں اپنے دوست کے ساتھ چل پڑا۔ ہم کوئی چار بجے کے لگ بھگ نکلے ہوں گے۔ لیگراں، جو پیٹر، اس کا کتا اور میں۔ جو پیٹر نے درانتی اور کدال اٹھا رکھے تھے۔ میں نے لالٹینیں اٹھا رکھی تھیں۔ لیگراں کے ہاتھ میں صرف وہ کیڑا تھا، جس کو اس نے لمبے سے دھاگے سے باندھ رکھا تھا۔ ہر لمحے مجھ پر یہ واضح ہوتا جا رہا تھا کہ میرے دوست کے ذہن پر بہت ہولناک ضبط طاری ہو گیا ہے۔ میں نے بہت چاہا کہ اس سے اس سفر کے مقصد کے بارے میں کچھ پوچھوں، مگر اس نے اتنا ہی جواب دیا کہ "جو ہو گا دیکھ لیں گے۔"

ہم دریا پار کر کے خشک زمین پر آ گئے اور شمال مغرب کی سمت میں چلتے ہوئے ایسے سنسان علاقوں سے گزرنے لگے جہاں آدم تھا نہ آدم زاد۔ لیگراں بڑے اعتماد کے ساتھ اس راستے پر چلتا رہا، ذرا دیر بعد ٹھہر کر اپنے لگائے ہوئے نشانات دیکھتا اور پھر آگے بڑھ جاتا۔

کوئی دو گھنٹے تک ہم اسی طرح سفر کرتے رہے، اور سورج چھپنے کو تھا کہ ہم گھنی جھاڑیوں کے بن میں داخل ہوئے۔ جھاڑیاں بہت گھنی تھیں اور جو پیٹر آگے جا کر درانتی سے جھاڑیاں کاٹتا اور ہمارے لیے راستہ بناتا۔ لیگراں کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے ہم ایک بہت بڑے درخت کی جڑوں تک پہنچ کر رک گئے۔ یہ گل لالہ کا درخت تھا۔ ہم اس درخت کے پاس پہنچے تو لیگراں نے جو پیٹر سے پوچھا کہ "تم اس درخت پر چڑھ سکتے ہو؟"

جو پیٹر کو بھی یہ سوال بہت عجیب معلوم ہوا اور تھوڑی دیر تک

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر وہ چلتا ہوا اس درخت کے پاس آیا، اس کے تنے کے گرد گھوم پھر کر دیکھا اور بہت غور سے اس کا معائنہ کیا اور یہ سب کرنے کے بعد اس نے لیگراں کا چیلنج قبول کرلیا۔ ہاں میں اس درخت پر چڑھ سکتا ہوں۔

تو پھر جتنی جلدی ممکن ہو، اس پر چڑھ جاؤ۔ ذرا دیر میں اندھیرا ہوجائے گا اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے گا۔"

"کتنے اوپر تک چڑھوں؟" جوپیٹر نے پوچھا۔

"تم چڑھتے جاؤ۔ میں پھر تمھیں بتاؤں گا۔ اور اپنے ساتھ یہ کیڑا بھی لیتے جاؤ۔"

"کیڑا، ارے مالک! یہ کیڑا! جوپیٹر پکار اُٹھا۔ اور اس سے سہم کر پیچھے ہٹنے لگا۔ کیڑا بھلا اوپر لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"اس لیے کہ میں کہہ رہا ہوں، تم سمجھے؟ اگر تم اس سے ڈرتے ہو تو یہ دھاگے سے باندھ کرلے جاؤ۔"

جوپیٹر نے مجبوراً دھاگا پکڑ لیا، مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ کیڑا اس کے جسم سے چھو نہ جائے۔ پھر وہ درخت پر چڑھنے کی تیاری کرنے لگا۔

گلِ لالہ کا درخت امریکی درختوں میں سب سے شان دار ہوتا ہے جب یہ کم عمر ہوتا ہے تو اس کی چھال نرم اور چکنی ہوتی ہے اور دھیرے دھیرے سخت اور کھردری ہوجاتی ہے۔ جب درخت پُرانا ہونے لگتا ہے تو اس کے تنے میں سے شاخیں نکلنے لگتی ہیں۔ جس درخت کے سامنے ہم کھڑے تھے اس پر چڑھنا مشکل نہ تھا کیوں کہ وہ گل لالہ کا پُرانا درخت تھا۔ جوپیٹر بہت آسانی سے چڑھتا گیا اور زمین سے کوئی ساٹھ ستر فٹ کی اونچائی تک پہنچ گیا۔

"اب اور کدھر جاؤں مالک؟" اس نے لیگراں سے پوچھا۔

"سب سے موٹی شاخ پر آگے چلتے جاؤ۔ یہ جو اس طرف ہے۔ لیگراں نے اشارہ کیا۔ جوپیٹر نے اس کی ہدایات پر عمل کیا، اور اوپر، اور

اوپر چڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ گھنے پتّوں میں بالکل چھپ گیا۔

"اب اور کتنے آگے جاؤں؟" اس کی آواز آئی۔

"تم کہاں تک پہنچ گئے ہو؟" لیگراں نے پوچھا۔

"بہت اونچائی تک۔ درخت کی پھننگ پر سے مجھے آسمان نظر آرہا ہے۔" جوپیٹر نے جواب دیا۔

"آسمان کی فکر نہ کرو۔ جو میں کہہ رہا ہوں غور سے سُنو۔ ذرا گن کر بتاؤ کہ تم کتنی شاخوں کو پار کرکے آگئے ہو؟"

"ایک، دو، تین، چار، پانچ — میں پانچ شاخیں پار کرکے آیا ہوں۔"

"تو پھر ایک شاخ اور اوپر جاؤ۔"

ذرا دیر بعد آواز آئی کہ اب وہ ساتویں شاخ پر پہنچ چکا ہے۔

"اب سنو جوپیٹر،" لیگراں کا جوش دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا: "میں چاہتا ہوں کہ تم اس شاخ پر جتنے آگے جا سکتے ہو، جاؤ۔ اگر کوئی عجیب چیز نظر آئے تو مجھے بتاؤ۔"

"اس شاخ پر زیادہ آگے تک جانے سے مجھے ڈر لگتا ہے۔ یہ شاخ مُردہ ہوگئی ہے۔"

"اُفوہ! اب ہم کیا کریں؟" لیگراں فوراً پریشان ہوگیا۔

"کرنا کرانا کیا ہے۔ چلو گھر لوٹ چلیں اور جاکر بستر میں سو رہیں۔ بہت دیر ہوگئی ہے۔" میں نے لقمہ دیا۔ مجھے کافی دیر کے بعد کچھ کہنے کا موقع ملا تھا۔

لیگراں نے میری بات کی کوئی پروا نہیں کی، اور جوپیٹر کو تھوڑا سا اور آگے جانے کو کہا۔

"میں اب اس شاخ کے سِرے پر پہنچنے ہی والا ہوں، مالک۔ اوہ میرے خدا! یہ کیا چیز ہے؟ حیرت اور خوف سے بھری، جوپیٹر کی آواز ہم تک پہنچی۔

"ہاں، ہاں!" لیگراں نے بہت خوش ہوکر کہا۔ "کیا چیز ہے؟"

"کچھ بھی نہیں، بس کھوپڑی ہے!"

"کھوپڑی، تم نے کہا؟ شاخ پر نصب کیسے ہے؟"

"کیسی عجیب بات ہے! اس میں ایک میخ لگی ہوئی ہے جس کے ذریعے اسے شاخ میں ٹھونک دیا گیا ہے۔"

"جو پیٹر، جو میں کہوں بالکل ویسا ہی کرنا۔ تم نے سُنا؟"

"جی مالک۔"

"تو پھر غور سے سُنو۔ اس کھوپڑی کی دائیں آنکھ تلاش کرو۔ مل گئی کہ نہیں؟"

ایک طویل وقفہ اور پھر جو پیٹر کی آواز "ہاں، مل گئی۔"

"اب اس کیڑے کو اس آنکھ کے سوراخ میں ڈال دو۔ جتنی دور تک دھاگا جائے اسے جانے دو۔ مگر احتیاط کے ساتھ، کہیں کیڑا گر نہ جائے۔"

اس پوری بات چیت کے دوران جو پیٹر کی ایک جھلک بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ سونے کا کیڑا جسے اس نے دائیں آنکھ کے سوراخ میں ڈال دیا تھا۔ اب دھاگے کے ایک سرے پر نظر آنے لگا۔ لیگراں نے درانتی سنبھال لی اور جہاں کیڑے کی روشنی پڑ رہی تھی۔ عین اس کے نیچے، ایک دائرے کی شکل میں کوئی تین چار فٹ جگہ صاف کر لی۔ جب وہ جھاڑیاں کاٹ کر صاف کر چکا تو اس نے جو پیٹر کو آواز دی کہ کیڑے کو زمین پر گرا دو اور نیچے اتر آؤ۔

جو پیٹر نے ایسا ہی کیا۔

سونے کا کیڑا جہاں گرا تھا، لیگراں نے اس جگہ نشان لگا لیا اور جیب سے ناپنے کا فیتہ نکال لیا۔ فیتے کا ایک سرا اس نے درخت کے اس حصے سے باندھ دیا جو نشان سے قریب ترین تھا۔ پھر وہ فیتہ کھول کر اس کی نشان کی سمت چلنے لگا، اور اس کے پاس سے گزرا تو پچاس فٹ کا فاصلہ ناپ کر طے کیا۔ اس جگہ پر بھی اس نے نشان لگایا اور اس کی آس پاس کی جھاڑیاں صاف کرنے لگا۔

لیگراں نے ہم دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک کُدال تھما دیا اور ہم سے کہا کہ جتنی پھرتی سے ممکن ہو کھودنا شروع کر دیں۔

اب مجھے یقین کامل ہو گیا تھا کہ میرا دوست بالکل پاگل ہو چکا ہے، مگر میں صرف اس لیے اس کے کہنے کے مطابق کھدائی کرتا رہا کہ اس پر ثابت کر دوں کہ اس کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ یہاں کوئی چیز دفن ہے۔

لالٹینیں روشن کر دی گئیں اور ہم نے کھودنا شروع کر دیا۔ ہم مسلسل دو گھنٹے تک کھودتے رہے۔ اس دوران کسی کے مُنہ سے آواز تک نہ نکلی۔ سوائے کُتّے کے، جو ہماری عجیب حرکتوں پر پریشان ہو کر متواتر بھونکا کیا۔ لیگراں کو فکر ستا رہی تھی کہ کُتّے کے بھونکنے کی آواز وہاں سے گزرنے والے کسی مسافر کی توجہ اس طرف مبذول نہ کرا دے۔ میں تو خدا سے چاہتا تھا کہ کوئی بھولا بھٹکا ادھر آ نکلے۔ آخر کار، جو پیٹر اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں سے نکلا اور کُتّے کا مُنہ سُتلی سے باندھ دیا جو اس کی جیب کے کسی کونے کھدڑے میں پڑی ہوئی تھی۔

دو گھنٹے کی مسلسل کھدائی کے بعد ہم پانچ فٹ کی گہرائی تک پہنچ گئے۔ اب تک کسی دفینے کا کوئی پتا نشان نہ تھا، اور میں امید کرنے لگا کہ یہ سارا احمقانہ سفر اب اختتام کو پہنچ جائے گا۔ لیگراں کے چہرے پر پریشانی کے آثار تو تھے، لیکن وہ ماتھے سے پسینا پونچھ کر دوبارہ کھدائی میں جُت گیا۔ کھودتے کھودتے آخر ہم کو رُکنا پڑا۔ مالک کے اشارے پر جو پیٹر سامان سمیٹنے لگا۔ پھر اس نے کُتّے کے مُنہ پر بندھی رسّی کھول دی۔ ہم تھکے ہارے، بالکل چپ چاپ گھر کی سمت قدم بڑھانے لگے۔

ہم نے گھر کی جانب بمشکل چند قدم ہی اُٹھائے ہوں گے کہ لیگراں بکتا جھکتا چیختا چنگھاڑتا ہوا دوڑا اور لپک کر جو پیٹر کا گریبان پکڑ لیا۔ وہ بوڑھا حبشی ہکا بکا رہ گیا۔ اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور مُنہ حیرت سے کھُل گیا۔ اس کے ہاتھ سے کُدال گر پڑے۔

"احمق کہیں کے! مجھے ابھی اسی وقت بتاؤ، تمہاری داہنی آنکھ کون

سی ہے؟"

"ارے مالک، میری داہنی آنکھ یہ ہے۔" بچارا جوپیٹر بہت خوفزدہ ہو رہا تھا۔ اس نے اپنا اُلٹا ہاتھ اُٹھایا اور بائیں آنکھ پر رکھ دیا۔

"میرا یہی خیال تھا! میں سمجھ گیا تھا!" لیگراں چیخنے لگا اور اس نے جوپیٹر کا گریبان چھوڑ دیا۔

"چلو آؤ! ہمیں فوراً واپس چلنا ہے۔" لیگراں ہنستے ہنستے بولا۔ "ابھی ہمارا کام پورا نہیں ہوا ہے۔"

بہت سُست رفتاری کے ساتھ ہم گلِ لالہ کے درخت تک واپس پہنچ گئے۔

"اچھا تو جوپیٹر،" لیگراں نے آواز دی۔ "ادھر آؤ۔ کھوپڑی درخت کی شاخ میں کیل سے ٹھنکی ہوئی تھی تو اس کا چہرہ باہر کی جانب یا چہرے کا رُخ شاخ کی طرف تھا؟"

"کھوپڑی کا رخ سامنے کی طرف تھا مالک۔"

"اچھا تو پھر یہ والی آنکھ تھی یا وہ والی جس میں سے تم نے کیڑے کو گزارا؟" لیگراں نے جوپیٹر کی ایک آنکھ پھر دوسری آنکھ کو ہاتھ لگا کر پوچھا کہ اس پر بات پوری طرح واضح ہو جائے۔

"یہ والی آنکھ تھی، مالک، داہنی آنکھ جیسے آپ نے بتایا تھا۔" اس نے کہا اور انگلی بائیں آنکھ پر رکھ دی۔

"بہت اچھا۔ ہمیں دوبارہ کوشش کرنا ہو گی۔" لیگراں نے کہا۔

وہ زمین پر جُھک گیا اور پچھلے نشان سے مغرب کی طرف کوئی تین انچ آگے ایک اور نشان لگایا۔ پھر اس نے درخت سے لے کر نشان تک سیدھی لکیر میں اور پچاس فٹ آگے فیتے سے ناپا، جیسے پہلے کیا تھا۔ یہ آخری نشان اس جگہ سے چند گز کے فاصلے پر تھا جہاں ہم کھدائی کرتے رہے تھے۔

اس نئی جگہ کے چوگرد اس نے دائرہ بنا دیا اور ہم دوبارہ کدال اٹھا کر

جُٹ گئے۔ میں بہت تھک گیا تھا مگر ایک انجانے طور پر، جس کی تشریح میں بالکل نہیں کر سکتا، اب میں سمجھ گیا تھا کہ یہ حماقت نہیں ہے، اس کی تہ میں گہرا راز ہے۔ اب میرے اندر بھی جوش و خروش بیدار ہو چکا تھا اور ہم جو کچھ کر رہے تھے اس میں گہری دلچسپی محسوس کر رہا تھا۔ میں اس مدفون خزانے کو دریافت کرنے کے لیے بے قرار تھا جس کے بارے میں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہیں موجود ہے۔

کوئی ڈیڑھ گھنٹے متواتر کھودتے رہنے کے بعد ہم کُتّے کی وجہ سے پھر حیران ہو کر رُک گئے۔ اس مرتبہ وہ کسی طرح چُپ ہو کے نہ رہا اور نہ جوپیٹر کے قابو میں آیا کہ اس کا مُنہ سُتلی سے باندھ دے۔ وہ اس گڑھے میں کود گیا جہاں ہم کھدائی کر رہے تھے اور اپنے پنجوں سے مٹی ہٹانے لگا۔ ذرا سی دیر میں اس نے وہاں سے انسانی ہڈیوں اور پنجروں کا ایک ڈھیر ظاہر کر دیا۔ یہ دو مکمل ڈھانچے تھے۔ ان کے ساتھ دھات کے بٹن بھی تھے اور کچھ خاک، جو ہمارے اندازے کے مطابق اونی کپڑوں کی باقیات ہو گی۔ کدال سے ایک آدھ ہاتھ لگانے سے مٹی کے اندر سے ایک ہسپانوی تلوار بھی نکلی۔ ہم نے اور کھدائی کی، تو سونے کی چار اشرفیاں اور چاندی کا ایک سکّہ نمودار ہوا۔

ان کو دیکھتے ہی جوپیٹر کی باچھیں کھل گئیں۔ مگر اس کے مالک کے چہرے پر مایوسی کے آثار تھے۔ اس نے ہم سے کہا کہ اس کی کھدائی جاری رکھیں۔ اس کے مُنہ سے یہ الفاظ ابھی نکلے ہی تھے کہ مجھے ٹھوکر لگی اور میں مُنہ کے بل گر پڑا۔ میرا پیر لوہے کے ایک کڑے میں پھنس گیا تھا جو کُھلی مٹی میں آدھا دبا ہوا تھا۔

ہمیں کوئی پون گھنٹہ لگا کر لکڑی کے اس صندوق کو کھود کر نکال لیں جو وہاں دفن تھا۔ صندوق ساڑھے تین فٹ لمبا، تین فٹ چوڑا اور ڈھائی فٹ اُونچا تھا اور اتنا بھاری تھا کہ اس کو جنبش بھی دینا ممکن نہیں تھا۔ ہم تینوں مل کر بھی اس کو سرکا نہ سکے۔ خوش قسمتی سے اس

کو کھولنا بہت آسان ثابت ہوا۔ ہم نے اس کے قبضے کھولے اور ڈھکنا اونچا کیا۔ ڈھکنا کھولتے ہی ہماری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا، اس پر ہم حیرت کے مارے سٹپٹا گئے۔ بے بہا خزانہ! ہم نے جو گڑھا کھودا تھا، اس کے اندر لالٹین کی روشنی ڈالی تو خزانہ چمکنے لگا۔ سونے اور جواہرات کا انبار تھا کہ ہماری آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔

بہتر یہی تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو، خزانے کو وہاں سے منتقل کر دیا جائے۔ دیر ہو رہی تھی اور اگر ہمیں دن نکلنے سے پہلے کچھ سامان گھر لے جانا تھا اور بہت پھرتی سے اور بڑی تن دہی سے کام کرنا ہوگا۔ ہم نے صندوق کا تین چوتھائی خالی کر کے جھاڑیوں میں چھپا دیا۔ اس کی حفاظت کے لیے کتے کو وہیں چھوڑ دیا۔ پھر ہم نے صندوق کو گڑھے میں سے نکالا اور اسے لے کر کٹیا کی طرف چلے۔ ہم صبح کے دو بجے واپس گھر پہنچے۔ ہم نے تھوڑی دیر آرام کیا اور کچھ کھایا پیا، تب جا کر جان میں جان آئی۔ فوراً ہی ہم دوبارہ نکل کھڑے ہوئے اور باقی خزانہ لانے کے لیے تین مضبوط بوریاں ساتھ لے کر پہاڑیوں کی جانب روانہ ہو گئے۔ ہم دوبارہ اس درخت تک پہنچے تو کتے نے بھونک بھونک کر ہمارا استقبال کیا۔ ہم بوریاں بھرتے رہے اور وہ اچھل پھاند کرتا رہا۔ آخری مرتبہ ہم کٹیا اس وقت پہنچے ہیں جب مشرق کی جانب سے درختوں پر سے نور کی ہلکی سی لکیر ہویدا ہونے لگی تھی۔

اس وقت تک ہم بہت تھک چکے تھے، مگر ایسی حالت میں نیند کہاں آتی؟ ذرا سی دیر کی بے چین نیند کے بعد ہم اٹھ کھڑے ہوئے اور خزانے کا معائنہ کرنے لگے۔

صندوق پورا بھرا ہوا تھا اور ہم نے سارا دن اور اس کی اگلی رات بھی خزانے کا معائنہ کرنے میں گزاری۔ ہمارے سامنے بے اندازہ مال و دولت تھا۔ ساڑھے چار لاکھ ڈالر تو صرف سکوں کی صورت میں موجود تھے۔ سکے کسی پرانے دور کے تھے، مگر لیگراں کو ان کی موجودہ

قیمت کا اندازہ تھا۔ چاندی قطعاً نہیں تھی۔ سب سونا تھا، بہت پرانا، کندن ایسا سونا اور کئی قسموں کا۔ اس میں ہسپانوی، فرانسیسی اور جرمن سکے تھے، کچھ انگلستان کے تھے اور کچھ ان ملکوں کے جن کا ہم کو نام بھی نہیں معلوم تھا۔ ان میں امریکی سکے شامل نہیں تھے۔ جواہرات کی مالیت کا تخمینہ لگانا زیادہ مشکل تھا۔ ان میں ہیرے تھے۔ بعض کافی بڑے بڑے — ایک سو دس کے قریب نگینے۔ اٹھارہ خوب صورت یاقوت تھے۔ تین سو دس زمرد اور اکیس نیلم۔ یہ سارے قیمتی پتھر جہاں جڑے گئے ہوں گے اس جگہ سے نکال کر صندوق میں کھلے ڈال دیے گئے تھے۔ ان کے علاوہ سونے کے بہت سے زیورات تھے۔ سونے کی ایک سو تو گھڑیاں تھیں۔ ان میں اکثر بہت پرانی تھیں اور کام نہیں دے رہی تھیں۔ مگر ان کی ڈبیاں سونے اور جواہرات سے جڑی ہوئی تھیں ہم نے اندازہ لگایا کہ صندوق کے سامان کی کل مالیت پندرہ لاکھ ڈالر کے لگ بھگ ہوگی۔ بعد میں جب ہم نے سارا سامان فروخت کر دیا (صرف تھوڑی سی چیزیں اپنے لیے رکھ لیں) تو ہمیں پتا چلا کہ اس کی اصل قیمت ہمارے پہلے اندازہ سے کہیں زیادہ ہے۔

جب ہم نے اپنی دولت کا معائنہ مکمل کیا تو میں نے اصرار کیا کہ لیگراں مجھے بتائے کہ اس کو اس مدفون خزانے کا سراغ کیسے ملا۔

"تمہیں یاد ہوگا" وہ کہنے لگا "اس رات جب میں نے تمہیں کیڑے کی تصویر بنا کر دکھائی تو تم نے اصرار کیا کہ یہ کھوپڑی سے ملتی جلتی ہے۔ مجھے اس بات پر غصہ آیا، کیوں کہ میں مصوری میں اچھا خاصا ہوں۔ اس لیے جب تم نے مجھے وہ تصویر واپس کی تو میں اسے آگ میں جھونک دینے کو تھا۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ میرے ہاتھ میں عام کاغذ نہیں ہے بلکہ چرمی کاغذ ہے، کسی جانور کی جھلی کا بنا ہوا۔ میں نے دوبارہ اسے غور سے دیکھا۔ تم میری حیرت کا تصور کرو کہ مجھے بھی وہاں کھوپڑی نظر آئی۔ عین اس جگہ جہاں میں

نے کیڑے کی تصویر بنائی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ میں نے کھوپڑی نہیں بنائی ہے، اس لیے میں موم بتی لے کر کمرے کے دوسرے کونے میں چلا گیا اور اس چرمی کاغذ کو بغور دیکھنے لگا۔ میں نے اُسے اُلٹا کیا تو دوسری طرف اپنی بنائی ہوئی تصویر نظر آ گئی۔ مجھے معلوم تھا کہ میں نے جب اس ٹکڑے کو اپنی جیب سے نکالا تھا تا کہ اس پر کیڑے کا خاکہ بنا کر تمھیں دکھا سکوں، تو اس وقت اس پر کچھ بھی بنا ہوا نہیں تھا۔ یہ ایسا بھید تھا جس کا جواب میرے پاس نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اس بات پر اس وقت تک دھیان نہ دوں جب تک کہ میں کمرے میں بالکل اکیلا نہ ہوں۔

"جب تم خفا ہو کر چلے گئے اور جوپیٹر بھی سونے کے لیے لیٹ گیا، تو میں نے اپنے ذہن میں ان تمام واقعات کو دُہرایا اور وہاں سے شروع کیا جب ہم نے کیڑے کو پکڑا تھا۔ اُس وقت سے لے کر چرمی کاغذ پر کھوپڑی کے نشان کی دریافت تک۔ ہم نے اس کیڑے کو ساحل کے پاس سے حاصل کیا تھا۔ جزیرے سے کوئی میل بھر دور۔ جب میں نے پہلے پہل اسے پکڑا تو اس نے مجھے بڑے زور سے ڈنک مار دیا اور میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ جوپیٹر نے اسے پکڑتے ہوئے زیادہ احتیاط برتی۔ اس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی کہ کوئی سوکھا پتا یا ایسی ہی کوئی چیز مل جائے جس میں لپیٹ کر کیڑے کو پکڑ لے۔ اس نے یہ چرمی کاغذ ساحل کی ریت میں دبا ہوا دیکھا، ایک پُرانی کشتی کے ٹوٹے پھوٹے ڈھانچے کے پاس۔

"جوپیٹر نے چرمی کاغذ سے وہ کیڑا پکڑ لیا اور اسی میں لپیٹ کر مجھے دے دیا۔ جب ہم گھر جانے کے لیے روانہ ہوئے اور راستے میں قلعے کا افسر مِلا۔ میں نے اسے وہ کیڑا دکھایا، اور اس نے مجھ سے وہ مانگ لیا کہ اپنے کمرے میں جا کر اطمینان سے اس کا معائنہ کر سکے۔ اسے علوم فطرت سے بہت گہری دلچسپی ہے۔ اس لیے میں نے اسے کیڑا مستعار دے

دیا اور اس کے حوالے کر دیا، یہ خیال نہیں کیا کہ وہ چرمی کاغذ میری جیب میں ہی رہ گیا ہے۔

"تمھیں یاد ہو گا کہ جب میں میز کے پاس گیا کہ کوئی کاغذ لے کر تمھارے لیے اس کا خاکہ بنا دوں تو مجھے کاغذ نہیں ملا۔ میں نے اپنی جیبوں میں تلاش کیا اور یہی میرے ہاتھ لگا تو میں نے جھاڑ جھٹک کر اسے ہی استعمال کر دیا۔

اس رات تمھارے جانے کے بعد میں یہی حساب لگا رہا تھا اور میں نے اندازہ لگایا، چاہے تم اس کو عجیب ہی کیوں نہ سمجھو کہ ان سب کے درمیان کوئی تعلق ہو گا، یہ کیڑا، چرمی کاغذ اور شکستہ کشتی۔ دو باتوں نے میرے اس یقین کو پختہ کیا۔ میرے بنائے ہوئے خاکے اور کھوپڑی میں مشابہت، اور خود وہ چرمی کاغذ۔ تمھیں تو پتا ہے کہ چرمی کاغذ خراب نہیں ہوتا۔ اس لیے اس پر صرف اہم بڑی باتیں لکھی جاتی ہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اس پر کوئی اہم پیغام درج ہے۔ مجھے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ اس پیغام کا کوئی نہ کوئی تعلق بحری قزاقوں سے ہو گا، کیوں کہ کھوپڑی کی تصویر کو وہ اکثر اپنے نشان کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔"

میں بیچ میں بول اُٹھا۔ "تم تو کہہ رہے تھے کہ چرمی کاغذ پر اس وقت کچھ بھی نہ تھا جب تم نے اس پر کیڑے کا خاکہ بنایا۔ پھر اس معمے کو کیسے سلجھاؤ گے؟"

"ہاں، اس معمے کو سلجھانے میں کوئی مشکل نہ ہوئی۔ مجھے یاد ہے کہ اس رات بہت سردی تھی، اور ہم نے آگ جلا رکھی تھی۔ تم آگ کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے جب میں نے چرمی کاغذ تمھارے حوالے کیا۔ پھر کتا لپکتا ہوا آیا اور تم نے کاغذ گرا دیا، آتشدان کے بہت قریب۔ جب میں نے یہ سوچا تو خیال آیا کہ آگ کی گرمی کی وجہ سے یہ تصویر نمودار ہو گئی ہے۔ اس چرمی کاغذ کا راز، نظر نہ آنے والی روشنائی میں چھپا ہوا تھا۔ تم تو جانتے ہو کہ بعض ایسے مرکبات ہوتے ہیں جن کی روشنائی

سے کاغذ یا جھلّی پر کچھ لکھ دیا جائے تو حروف اسی وقت نمایاں ہوں گے جب اُنھیں آگ کے سامنے کر دیا جائے۔

میں نے اس چرمی کاغذ کو آگ کے سامنے رکھا۔ اوپر کے حصّے میں کھوپڑی کے نقوش واضح ہو گئے۔ ذرا سی آنچ کے بعد سیدھے ہاتھ کے کونے میں ایک شکل اُبھرنے لگی جسے میں نے پہلے بکری سمجھا۔ مگر پھر غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ بکری کا بچّہ ہے۔"

بکری کے بچّے کا نام سُن کر میں ہنس دیا۔ "بکری کے بچّے اور خونخوار بحری قزّاقوں میں بھلا کیا تعلق؟"

لیگراں مجھے سمجھانے لگا۔ تم نے کپتان کِڈ کا نام سنا ہو گا۔ کِڈ انگریزی میں بکری کے بچّے کو بھی کہتے ہیں۔ یہ تصویر چرمی کاغذ پر اس طرح بنی ہوئی تھی کہ میں نے نتیجہ نکالا کہ یہ دستخط کی جگہ ہے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ باقی عبارت بھی ہو گی جو کسی اہم مقام پر مشتمل ہو گی۔ اس شام پے در پے ایسے اتفاقات ہو رہے تھے کہ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ کوئی بڑی دولت ہاتھ لگنے والی ہے۔ ذرا سوچو کہ اس شام سردی بڑھ گئی تھی اور اس شام آگ جلانا پڑی تھی۔ اگر آگ نہ جلی ہوتی اور عین اس وقت جب تم کیڑے کا خاکہ دیکھ رہے تھے، کُتّا تمھارے اوپر نہ لپکتا تو اس کھوپڑی کا علم ہوتا نہ یہ خزانہ ہاتھ لگتا۔

کپتان کِڈ اور اس کی دولت کے قصّے لوگ اب تک سُناتے ہیں۔ اس نے لوٹ مار کے بے تحاشا دولت جمع کر لی تھی۔ لوگ کہتے آئے ہیں کہ اس نے سارا مال بحرِ اوقیانوس کے ساحل کے پاس کہیں زمین میں گاڑ دیا تھا۔ بہت سے لوگوں نے اس دولت کو تلاش کیا مگر یہ کسی کے ہاتھ نہ لگی۔ مجھے نہ جانے کیوں یہ یقین ہو گیا کہ عجیب اتفاق سے یہ چرمی کاغذ جو میرے ہاتھ لگا ہے اس پر کپتان کِڈ کی دولت کا اتا پتا درج ہے۔

میں نے چرمی کاغذ کو دوبارہ غور سے دیکھا۔ مجھے ایسا لگا کہ آگ کی گرمی نے پوری تحریر کو واضح نہیں کیا ہے۔ مجھے خیال آیا کہ وہ میلا

کچیلا ہو گیا ہے، اس لیے آگ کی تپش اپنا پورا اثر نہیں دکھا رہی ہے۔ میں نے اسے گرم پانی سے دھو دیا۔ پھر اسے دوبارہ آگ کے سامنے کر دیا۔ جو تحریر اُبھر کر سامنے آئی وہ صرف ہندسوں پر مشتمل تھی۔ یہ کہہ کر لیگراں نے وہ ٹکڑا میرے سامنے کر دیا۔

میں نے ایک نظر اسے دیکھا اور کہا کہ "یہ عجیب چیستان ہے۔ میرے تو خاک پلّے نہیں پڑا۔"

لیگراں کہنے لگا۔ "اس کے باوجود یہ مشکل نہیں ہے۔ مجھے اس طرح کے معمّے حل کرنے کا شوق رہا ہے۔ میرے خیال میں انسان کا ذہن کوئی ایسا چیستاں بنا سکتا ہے جسے کوئی دوسرا آدمی طے شدہ قاعدوں اور اصولوں کے ٹھیک ٹھیک استعمال سے حل نہ کر سکے۔ میں نے تمام ہندسوں کو گِنا، اور یہ گننے کے بعد کہ کون سا ہندسہ کتنی بار استعمال ہوا ہے۔ اس کی جگہ حروف رکھنے شروع کیے۔ اس عبارت میں ۵ کا ہندسہ سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے۔ انگریزی میں E کا حرف سب سے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ میں نے ۵ کی جگہ E رکھ کر دیکھا۔ غرضیکہ خاصا مغز پچّی کیا تو یہ عبارت بنی :

بیسپ کے محل میں شیطان کی کرسی پر عمدہ شیشہ ـــ اکتالیس زاویے ـــ شمال مشرق سے شمال ـــ بڑی شاخ ساتویں شاخ مشرق کی طرف ـــ کھوپڑی کی داہنی آنکھ سے نشانہ پھینکو ـــ درخت سے سیدھے پچاس فٹ کے نشان تک۔

"میری سمجھ میں تو اب بھی نہیں آیا۔" میں نے کہا۔

"سمجھ میں تو میری بھی نہیں آیا تھا۔" لیگراں نے کہا۔ چند دن کے بعد مجھے خیال آیا کہ اس جزیرے پر بیسپ نام کا ایک پرانا خاندان رہا کرتا تھا۔ وہ جزیرے کے شمالی حصّے میں ایک پرانے مکان میں رہا کرتے تھے۔ میں نے دلوں جا کر وہاں کے مقامی باشندوں سے پوچھ گچھ شروع کی۔ آخر میں ایک بوڑھی عورت ملی۔ اس نے بتایا کہ بیسپ کے

محل کا نام سنا ہوا ہے؛ مگر وہ محل نہیں ہے۔ ایک چٹان ہے۔ وہ مجھے وہاں لے جا سکتی ہے۔

اس بوڑھی عورت نے مجھے اس چٹان تک پہنچا دیا۔ عورت کو میں نے انعام واکرام دے کر رخصت کیا اور اس جگہ کا جائزہ لینے لگا۔ ایک اونچی چٹان محل کی طرح لگ رہی تھی۔ میں کئی بار اس پر چڑھا اُترا مگر کپتان کے پیغام کا مطلب نہ سمجھ میں آیا۔ پھر اس چٹان کے ساتھ ساتھ ایک پتلی سی پگڈنڈی نظر آئی۔ یہ کوئی اٹھارہ انچ چوڑا راستہ ہوگا۔ جو ایک ایسی چٹان پر جا کر ختم ہوتا تھا جس کی قدرتی شکل کرسی جیسی تھی۔ چٹانوں میں بنی ہوئی کرسی! میں سمجھ گیا کہ یہ شیطان کی کرسی ہے جس کا ذکر پیغام میں موجود ہے۔ اب مجھے اندازہ ہوا کہ بھید کھلنے کو ہے!

عمدہ شیشے کا مطلب ہوا اچھی دوربین، کیوں کہ پرانے ملاح دوربین کے لیے یہی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ میری سمجھ میں یہ آیا کہ شیطان کی کرسی پر بیٹھ کر دوربین استعمال کرنا ہے۔ اکتالیس زاویے اور شمال مشرق سے شمال، اس سمت کے بارے میں ہدایات تھیں جدھر دوربین کو گھمانا تھا۔ یہ اندازہ لگا کر میں گھر گیا اور دوربین لے کر وہاں پہنچا۔

جب میں وہاں آیا تو میں نے دیکھا کہ شیطان کی کرسی پر ایک پہلو سے ہی بیٹھنا ممکن ہے۔ میں نے دوربین لگا کر اکتالیس درجے کا زاویہ تلاش کیا اور دوربین کا رخ اس طرف موڑ دیا۔ اس فاصلے سے بھی مجھے اونچا سا درخت نظر آ رہا تھا۔ آس پاس کے درختوں سے بہت بڑا۔ اس درخت کی پھننگ پر ایک سفید دھبہ تھا جو پہلے پہل میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے دوربین کو گھمایا۔ تاکہ صاف نظر آئے تو پتا چلا کہ وہ انسانی کھوپڑی ہے!

تب مجھے خیال آیا کہ بڑی شاخ ساتویں شاخ مشرق کی طرف۔ ان الفاظ سے درخت پر کھوپڑی کی جگہ کی نشان دہی ہو رہی تھی اور

باقی عبارت کے مطابق اگر اس کھوپڑی کی داہنی آنکھ سے نشانہ باندھ کر کوئی چیز پھینکی جائے تو وہ جس جگہ گرے گی، اس سے سمت کا تعین ہوگا۔ اگر درخت سے پچاس فٹ آگے تک اس سمت سیدھی لکیر بنائی جائے تو یہ وہ جگہ ہوگی جہاں خزانہ دفن ہے۔"

"میرے خیال میں پہلی مرتبہ ہم نے وہ جگہ اس لیے نہیں پائی کہ جوپٹر نے کیڑا داہنی آنکھ کے بجائے بائیں آنکھ سے گرا دیا" میں نے اندازہ لگایا۔

ہاں بالکل یہی ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے پہلی ناکامی کے بعد تلاش ختم نہیں کر دی۔

میرے ذہن میں ایک اور سوال مچل رہا تھا "مگر یہ تو بتاؤ کہ تم ہر بار اس موقع کے لیے اس کیڑے کو کیوں استعمال کر رہے تھے؟"

سچ تو یہ ہے کہ میں اس بات سے چڑ گیا تھا کہ تم مجھے پاگل سمجھنے لگے تھے۔ میں نے سوچا کہ اپنے طریقے سے تمھیں مزہ چکھانے کے لیے سونے کے کیڑے کو استعمال کر کے سارے سفر کو پُراسرار بنا دوں۔

"تم اپنے اس مقصد میں کامیاب رہے۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ تم پاگل ہو گئے ہو۔ لیکن ایک بات اب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اس گڑھے میں دو ڈھانچے کیوں پڑے ہوئے تھے؟"

لیگراں کہنے لگا۔ "اس سوال کا میرے پاس جواب نہیں ہے۔ اس کی ایک ہی وجہ سمجھ میں آتی ہے، بڑی ہولناک سی وجہ۔ یہ تو واضح ہے کہ کپتان کِڈ نے کسی کی مدد سے اس خزانے کو دفن کیا ہوگا۔ غالباً اس نے فیصلہ کیا ہوگا کہ جنھوں نے اس کی مدد کی ہے، انھیں زندہ نہ چھوڑے تاکہ اس کا راز محفوظ رہے۔ اس نے انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور وہ وہیں خزانے کے ساتھ دفن پڑے رہے۔ یہاں تک کہ کئی صدیوں بعد ہم نے ان کا راز پا لیا۔ یہ میرا قیاس ہے، اصل حقیقت خدا ہی کو معلوم ہے۔"



گھرانے کا زوال

خزاں کا بے کیف، بے نور اور بے آواز دن تھا۔ آسمان پر بادلوں کی ٹکڑیاں جھک آئی تھیں۔ میں اکیلا سواری کرتا آرہا تھا، اور شام ڈھلنے لگی تو میری نظر پہلی مرتبہ اُشر گھرانے کے ایوان پر پڑی۔ مجھے نہیں معلوم کہ ایسا کیوں ہوا مگر اس ایوان کے نظر آجانے نے مجھے مضطرب کر دیا میری خوشی کافور ہوگئی۔ اپنے سامنے موجود منظر میں مجھے کوئی بات مسّرت بخش نہ معلوم ہوئی۔ دیواریں سرد اور بے مہر تھیں۔ کھڑکیاں نفرت بھری آنکھوں کی طرح تک رہی تھیں۔ مکان کے چاروں طرف موجود پودے اور پیڑ بیمار اور بے جان نظر آتے تھے۔ میرا دل اُچاٹ ہوگیا۔ پھر بھی میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس ایوان کو دیکھنے سے میں اس قدر مضطرب کیوں ہوگیا۔ مجھے بس اتنا معلوم تھا کہ میں بے چین ہو رہا تھا۔ میں نے اپنا گھوڑا اچھوا۔ ں سیاہ جھیل کے پاس روک دیا جس کا پُرسکون، بے حرکت پانی ایوان کی دیواروں کو چھوتا تھا۔ میں نے اس جھیل کی تہہ میں جھانکا۔ مجھے بس یہی نظر آیا کہ جھیل کی سطح پر ایوان کا عکس لرز رہا ہے۔ ایوان کا یہ لرزتا ہوا عکس اصل عمارت سے بھی زیادہ خوفناک تھا۔

اس ایوان کے بارے میں اپنے اس احساس کے باوجود میں یہاں چند ہفتے کے لیے رہنے آیا تھا۔ اس کا مالک، روڈرک اشر بچپن میں میرے عزیز ترین ساتھیوں میں سے ایک تھا۔ ہم نے کئی برس سے

ایک دوسرے کو نہیں دیکھا تھا کہ ایک دن اچانک بالکل غیر متوقع طور پر مجھے اس کا خط موصول ہوا۔ اس نے لکھا تھا کہ اسے کئی جسمانی بیماریاں لاحق ہیں اور ان کے ساتھ کوئی ذہنی عارضہ بھی ہے۔ اس نے لکھا تھا کہ میں اس کا بہترین بلکہ واحد دوست تھا اور مجھ سے مل کر اس کی طبیعت سنبھل جائے گی۔

حالاں کہ لڑکپن میں ہم گہرے دوست تھے، پھر بھی مجھے یہ احساس تھا کہ میں روڈرک اشر کے بارے میں بہت کم جانتا ہوں۔ وہ ہمیشہ کا خاموش طبع اور شرمیلا تھا۔ مجھے اتنا ضرور پتہ تھا کہ اس کا قدیمی گھرانا اپنی دولت اور شرافت کے لیے مشہور ہے۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ یہ بڑا پرانا خاندان ہے، لیکن روڈرک اشر کے گھرانے کے علاوہ ان کے کوئی اور رشتہ دار باقی نہیں ہیں۔ خاندان کا نام اور مال و دولت ہمیشہ باپ سے بیٹے کو ورثے میں مل جاتا تھا۔ شاید اسی وجہ سے ان کی رہائش گاہ اور خاندان دونوں کو ایک ہی نام سے پکارا جاتا تھا اور وہ تھا اُشر گھرانا۔

میں خواب کی سی حالت میں جھیل کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اپنے اضطراب کو ذہن سے جھٹک دینا چاہا۔ میں نے دوبارہ اس عمارت پر نظر دوڑائی۔ وہ بہت پُرانی نظر آرہی تھی۔ دیواروں پر بیلیں چڑھ آئی تھیں، اور عمارت کا ایسا حال تھا کہ اس کی کوئی دیکھ ریکھ نہیں ہو رہی تھی بعض پتھر اپنی بنیادوں سے ہل گئے تھے۔ میں نے سوچا کہ شاید عمارت کی لکڑی بھی کیڑوں کی وجہ سے کھوکھلی ہوگئی ہو۔ مجھے ایسا لگا کہ اگر میں نے عمارت کی دیواروں کا معائنہ کیا تو چھت کی اونچائی سے لے کر جھیل کے کنارے کی دیواروں تک شگاف ملیں گے۔ میں سوچنے لگا کہ اس ایوان کے تہہ خانے کتنے گہرے ہیں اور کیا واقعی وہ جھیل کے نیچے ہیں۔

ان خیالات میں گُم، میں نے اپنے گھوڑے کو پُل کی طرف کر دیا اور جھیل کے پار اُتر گیا۔ ایک ملازم آیا اور میرے ہاتھ سے گھوڑے کی

باگیں لے لیں۔ ایک اور ملازم آیا اور مجھے اپنے مالک کے پاس لے گیا۔ ہم نہ جانے کتنے ہی اندھیرے کمروں اور برآمدوں سے گزرتے ہوئے وہاں پہنچے۔ سیڑھیوں پر میری ملاقات خاندانی معالج سے ہوئی۔ مجھے اس کی وضع قطع ایک آنکھ نہ بھائی۔ اس نے بڑی تیزی سے اپنا نام بتایا اور عجلت میں وہاں سے چلا گیا۔ آخر کار نوکر مجھے میرے دوست کے کمرے تک لے آیا۔ لق و دق کمرہ تھا جس کی چھت بہت اونچی تھی۔ کھڑکیاں طول طویل تھیں۔ تنگ اور اوپر سے گول۔ اتنی تنگ تھیں کھڑکیاں کہ کمرے میں ذرا سی روشنی آ پاتی۔ دیوار پر گہرے رنگوں والی، گمبھیر تصویریں ٹنگی ہوئی تھیں۔ کمرے میں بہت سا سامان تھا سب پرانا، گہرے رنگوں والا، بے آرام اور خراب حالت میں۔ ادھر ادھر بہت سی کتابیں اور موسیقی کے ساز بکھرے ہوئے تھے، لیکن اس طرح سے کہ جیسے کمرے کے مکین کو ان میں کوئی خاص دلچسپی نہ ہو۔ مجھے ایسا لگا کہ میں اداسی کے حجرے میں کھڑا ہوا ہوں۔ سارے کمرے میں یاس کی فضا طاری تھی۔

میں داخل ہوا تو اشر ایک صوفے پر سے اٹھا جہاں وہ ڈھیر پڑا ہوا تھا اور اٹھ کر والہانہ انداز میں مجھے خوش آمدید کہا۔ مجھے ایسا لگا کہ اس کے انداز میں کچھ زیادہ ہی گرمجوشی ہے، لیکن اس کے چہرے نے مجھے باور کرا دیا کہ اس کا ہر لفظ اس کے دل کی گہرائیوں سے نکلا ہے۔ ہم دونوں وہیں بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر تک میں اسے حیرت اور افسوس کی ملی جلی کیفیت میں دیکھتا رہا۔ وہ کس قدر بدل گیا تھا۔ میں اپنے پرانے دوست روڈرک اشر کو بمشکل پہچان پایا۔ اس کا رنگ بالکل ہی پیلا پڑ گیا تھا۔ اس کی غیر معمولی طور پر ابھری ہوئی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی تھیں۔ اس کا دہانہ نازک تھا مگر بہت پتلا۔ اس کی ناک ستواں تھی اور چہرے کا کٹاؤ بھی۔ مگر اس کے نقوش میں ایسی نزاکت تھی جو مضبوط کردار کے آدمی کو ظاہر نہیں کرتی تھی۔ اس کا ماتھا چوڑا تھا اور اس کے بال نرم تھے۔ یہ چہرہ ایسا تھا کہ آسانی سے بھلایا نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن

اس پر زمانے کی اتنی گرد جمی ہوئی تھی کہ میں شک میں پڑ گیا کہ کیا یہ وہی میرے بچپن کا دوست ہے۔ اس کے چہرے کے ہر ہر نقش سے بے پناہ پریشانی اور خوف ٹپک رہا تھا۔

مجھے اپنے دوست کے لڑکپن کی کچھ ایسی باتیں یاد تھیں جن کا سراغ اس اجنبی سے مل رہا تھا۔ میرے سامنے بیٹھا ہوا آدمی بے حد اعصاب زدہ تھا۔ بچپن میں بھی وہ جلد گھبرا جاتا تھا۔ وہ بہت جوش اور مسرت کی حالت سے یک دم چپ چاپ اور گم سم ہو جاتا تھا۔ اس کی آواز بے یقینی سے کمزور معلوم ہوتے ہوتے پر اعتماد اور بھاری ہو جاتی۔ وہ جب جوش کی حالت میں ہوتا تو اس کی باتیں سمجھ ہی میں نہ آتیں۔ اس وقت اس کی آواز شرابی جیسی معلوم ہوتی۔

اور یہی وہ لہجہ تھا جس میں اس وقت اس نے مجھ سے بات کی۔ وہ بڑے جوش کے ساتھ میرے سفر کے مقصد، مجھ سے ملنے کی اس کی خواہش اور میرے آنے سے اپنی خوشی کا ذکر کرتا رہا۔ اس نے بڑی تفصیل کے ساتھ مجھے بتایا کہ اس کے اپنے خیال میں اسے کیا بیماری لاحق ہے۔ اس نے کہا کہ ہے تو یہ جسمانی بیماری، لیکن یہ شروع سے ان کے خاندان پر نحوست کا اثر ڈالتی رہی ہے، اور اس کے خیال میں لا علاج ہے۔ اس بیماری نے اس کی ہستی گم کر دی تھی۔ وہ کچھ کھا بھی نہیں سکتا تھا۔ سوائے بالکل پتلی، رقیق غذاؤں کے۔ کپڑے ذرا بھی موٹے ہوتے تو اس کی کھال پر دو دوڑے پڑنے لگتے۔ اس کی آنکھیں کمزور ہو گئی تھیں اور تیز روشنی برداشت نہ کر سکتی تھیں۔ پھولوں کی خوشبو سے اس کا جی الجھنے لگتا۔ موسیقی کی جھنکار سے وہ ہول اٹھتا۔

اس قدر اعصاب زدہ ہو گیا تھا وہ کہ اسے ہر کونے پر خطر جھکتا ہوا نظر آتا۔ اسے ایسا لگتا کہ وہ کسی نامعلوم شے کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے، جس شے کو وہ ایک ہی نام دے سکتا ہے — خوف۔

مجھے اس کے ایک اور احساس کے بارے میں معلوم ہوا جس سے اس

کی ذہنی حالت کے بارے میں مزید سراغ ملا۔ یہ احساس اس گھر کے بارے میں تھا۔ وہ کئی برس سے اس ایوان میں رہ رہا تھا۔ کہیں باہر نہیں جاتا تھا، اور اب اسے ایسا لگتا کہ یہ اندھیری دیواریں اسے قید کیے ہوئے ہیں۔ اس ایوان کا اندھیرا، یہ عمارت اور یہ جھیل میرے دوست پر خوف ناک اثرات مرتب کر رہی تھیں۔

اس نے یہ ضرور کہا کہ اس کی عجیب و غریب بیماری کا ایک سبب اس کی پیاری بہن کی طویل، اور مہلک بیماری بھی ہو سکتی ہے۔ یہ بہن کئی برس سے اس کی واحد ساتھی تھی۔ وہ اس کی اکلوتی رشتے دار بھی تھی۔

اس نے بے حد اداس لہجے میں کہا کہ اس کی موت کے بعد میں صدیوں پرانے اشر خاندان کا اکلوتا فرد رہ جاؤں گا۔

جب وہ یہ کہہ رہا تھا تو اس کی بہن لیڈی میڈلین کمرے کے دوسرے حصے سے آہستہ سے گزری۔ ایسا لگا کہ اس نے مجھے دیکھا نہیں ہے، اور وہ کچھ کہے بغیر وہاں سے غائب ہو گئی۔ میں نے حیرت اور خوف کے ملے جلے جذبات سے اس کی طرف دیکھا۔ نہیں معلوم کیوں۔ اس کو وہاں سے غائب ہوتے ہوئے دیکھتے وقت، میں ایک عجیب ہولناک جذبے کی شدت سے مغلوب ہو گیا۔ میں نے اپنے دوست کی طرف رخ کیا مگر اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔ اس کی بند انگلیوں پر آنسو بہہ رہے تھے۔

لیڈی میڈلین کی بیماری بہت عرصے سے اس کے معالجین کو حیران کر رہی تھی۔ وہ گھلتی جا رہی تھی۔ جس دن میں اشر ایوان پہنچا، اسی دن میڈلین کو مجبوراً بستر میں آرام کرنا پڑا۔ اس میں اتنی طاقت نہیں رہی تھی کہ چل پھر سکے۔ مجھے اس کے بھائی نے بتایا کہ اس مختصر جھلک کے علاوہ میں اسے دوبارہ نہ دیکھ پاؤں گا۔ اب سے وہ اپنے کمرے ہی میں رہے گی اور کمزوری کی وجہ سے کسی سے ملاقات نہ کر سکے گی۔ اس کے بعد کئی دن تک نہ روڈرک نے نہ میں نے اس کا ذکر کیا۔ میں

سارا سارا دن اپنے دوست کا دل بہلانے کی کوشش کرتا رہا۔ ہم اکٹھے بیٹھ کر تصویریں بناتے اور کتابیں پڑھتے رہے۔ کئی مرتبہ میں نے اسے گٹار پر عجیب و غریب دھنیں بجاتے ہوئے سنا۔ میں اسے غور سے دیکھتا رہا۔ مجھے صاف نظر آ رہا تھا کہ خوشی کے یہ لمحے محض لمحے ہیں۔ اس کی اصل کیفیت یاس اور ہولناک مجبوری کی ہے۔

مجھے ہمیشہ یاد رہے گا کہ میں نے کتنے ہی تنہا گھنٹے اشر ایوان کے مالک کے ساتھ تنہا گزارے۔ مگر مجھے ٹھیک سے نہیں معلوم کہ آخر ہم نے کیا بات کی یا یہ وقت کیسے گزارا۔ مجھے صرف اُلٹی سیدھی باتیں یاد ہیں۔ اس کی طویل، پُرجوش تقریریں ہمیشہ میرے کانوں میں گونجتی رہیں گی۔ مگر ان کا مطلب میرے ذہن سے محو ہو گیا ہے۔ مجھے وہ دہشت بھری تصویریں یاد ہیں جو اس نے بنائیں، مگر مجھے نہیں معلوم کہ ان کا مطلب کیا تھا۔

ایک شام روڈرک اشر نے مجھے بتایا کہ اس کی بہن مر گئی ہے۔ اس نے کہا کہ اس کا ارادہ ہے کہ اس سے پہلے کہ تدفین کی نوبت آئے وہ اپنی بہن کی لاش کو چودہ دن تک محفوظ رکھنا چاہتا ہے، اس ایوان کے تہ خانوں میں۔ اس نے کہا کہ وہ یہ اس لیے کر رہا ہے کہ اس کے معالجین، جو اس بیماری پر ششش و پنج میں مبتلا تھے، لاش کا تفصیلی معائنہ کر سکیں۔ میں نے سوچا کہ یہ تو خاصا معقول خیال ہے۔ جس معالج کو میں نے دیکھا تھا، اس کا تو انداز مجھے عجیب معلوم ہوا تھا مگر میں نے سوچا کہ دوسرے معالج بھی تفصیلی معائنہ کر لیں تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس کی موت کا سبب کیا ہے۔

روڈرک نے مجھ سے کہا کہ اس کی بہن کی لاش کو منتقل کرنے میں مدد دوں۔ جس تہ خانے میں لاش کو رکھا گیا وہ تنگ، اندھیرا اور سیلن زدہ تھا۔ اس میں ان جگہوں کی مخصوص بو بسی ہوئی تھی جو بہت عرصے بند رہتی ہیں۔ اس میں کوئی کھڑکی نہیں تھی، اور دا حد

روشنی ان موم بتیوں سے آ رہی تھی جو ہم وہاں لے کر آئے تھے۔ یہ تہ خانے میرے کمرے کے عین نیچے تھے۔

پہلی دفعہ مجھے اندازہ ہوا کہ لیڈی میڈلین اپنے بھائی سے کس قدر ملتی جلتی ہے۔ روڈرک نے جیسے میرے خیالات پڑھ لیے۔ اس نے کہا کہ ہم دونوں جڑواں تھے اور ہمیشہ ایک دوسرے کے بہت قریب رہے۔ ہم زیادہ دیر وہاں نہیں ٹھہرے۔ تہ خانے کا بھاری دروازہ بند کیا اور اوپر لوٹ آئے۔

اب اس کے چند دن بعد میں نے اپنے دوست میں بڑی تبدیلی محسوس کی۔ اس کی روزمرہ کی عادتیں بالکل بدل گئی تھیں۔ وہ باؤلوں کی طرح ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں پھرے جاتا۔ اس کا رنگ پہلے سے بھی زیادہ زرد ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کی وہ بیمار چمک رخصت ہو گئی تھی اور وہ بے رونق تھیں۔ وہ اپنی آواز پر قابو نہیں رکھ پاتا۔ بعض دفعہ مجھے ایسا لگتا کہ وہ ہمت کر رہا ہے کہ مجھے یہ بتا دے کہ اسے کیا روگ ہے۔ بعض دفعہ یہ لگتا کہ وہ پاگل ہو رہا ہے۔ کبھی میں اسے خلاؤں میں بے مقصد تکتے ہوئے پاتا۔ جیسے وہ کسی آواز کا انتظار کر رہا ہو۔ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ اس کی حالت نے مجھے دہلا دیا۔ یہ خوف اب میری ہڈیوں میں اُترنے لگا۔ اُشر کی عجیب و غریب حرکتوں کا اثر مجھ پر بھی ہو رہا تھا۔

لیڈی میڈلین کو تہ خانے میں رکھ دینے کے پانچ چھے راتوں بعد میں نے اس خوف کی مکمل کیفیت کو اپنے اندر محسوس کیا۔ میں نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی۔ میں نے اپنے آپ کو یہ باور کرانا چاہا کہ یہ کمرے کا گہرا سامان، اوٹ پٹانگ تصویریں اور پھٹے پرانے پردے ہیں جو مجھے پریشان کر رہے ہیں۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ہر ہر لحہ میرا خوف بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر ایک بھیانک آواز میرے کانوں میں آئی، عجیب سی، ہلکی اور خوف ناک آواز۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ یہ آواز

کہاں سے آ رہی ہے۔ میں نے جلدی سے کپڑے پہنے۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب نیند آنا محال ہے۔ اپنے پریشان ذہن کو پُرسکون کرنے کے لیے میں کمرے میں آگے پیچھے ٹہلنے لگا۔

میں یوں ہی ٹہل رہا تھا کہ میں نے اپنے کمرے کی طرف آنے والی سیڑھیوں پر ایک آہٹ سُنی۔ ذرا دیر میں میں نے پہچان لیا کہ یہ روڈرک اشر کے قدموں کی چاپ ہے۔ پھر وہ گھبرائے ہوئے انداز میں میرے دروازے پر دستک دینے لگا۔ میری آواز سُن کر وہ چراغ ہاتھ میں لیے ہوئے اندر داخل ہوا۔ اس کا رنگ تو شروع ہی سے فق تھا مگر اس وقت اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ ان میں جنونیوں کی سی چمک تھی۔ وہ بڑا ہولناک لگ رہا تھا، مگر میں جس تنہائی سے گزر رہا تھا، اس میں تو کوئی بھی سہارا غنیمت تھا۔ میں نے بہت خوشی کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔

"تو تم نے اسے نہیں دیکھا؟" چند لمحوں تک خلاؤں میں خاموشی سے تکنے کے بعد وہ اچانک بول اٹھا۔ "اچھا، تو تم نے اسے نہیں دیکھا؟ ذرا صبر کرو، تم بھی دیکھ لو گے۔" یہ الفاظ ادا کر کے اس نے بڑی احتیاط سے چراغ نیچے رکھ دیا۔ اور تیزی سے جا کر کھڑکی کھولنے لگا۔

باہر ہوا کے جھکڑ چل رہے تھے اور کھڑکی کھل گئی تو ایسا لگا کہ ہوا ہمیں اڑا لے جائے گی۔ رات طوفانی تھی مگر بلا کی حسین۔ آسمان پر بادلوں کے پرے اڑے چلے جاتے تھے، اور ایوان کی اونچی چھتوں سے ٹکراتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

"تم اس طرح اپنے آپ کو پریشان نہ کرو،" میں نے کانپتے ہوئے کہا۔ میں روڈرک اشر کو کھڑکی سے ہٹا کر کرسی تک لے آیا۔ "کھڑکی بند کر دینا چاہیے۔ ٹھنڈی ہوا تمھیں نقصان کرے گی۔ ادھر تمھاری پسند کی ایک کتاب رکھی ہے۔ میں تمھیں پڑھ کر سناؤں؟"

میں وہیں بیٹھ گیا اور بلند آواز سے کتاب پڑھنے لگا۔ مجھے امید

تھی کہ میری آواز اس کے مضطرب اعصاب کو پُرسکون کردے گی۔ باہر ہوا میں اور تیزی آگئی۔ اور کہیں کوندا لپکتا ہوا نظر آیا۔ بجلی زور سے کڑکی۔ میں جو کہانی پڑھ رہا تھا، وہ اس موڑ تک پہنچی تھی کہ ہیرو کو اپنے دوست کے مکان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملتی۔ اسے اتنا غصہ آیا کہ وہ دروازے توڑے ڈالتا تھا۔ اور جوں ہی اس نے یہ کیا، بڑی خوف ناک چیخیں سنائی دینے لگیں۔ ہیرو کو اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھنے پڑے۔ آواز اس قدر دہشت ناک تھی۔

میں اس ٹکڑے تک پہنچا تو پڑھتے پڑھتے رک گیا۔ میں نے کتاب سے نظریں اٹھا کر حیرت زدہ وحشت کے ساتھ اوپر دیکھا، کیوں کہ بالکل ویسی ہی آوازیں مجھے سنائی دینے لگیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ آوازیں کہاں سے آرہی تھیں مگر مجھے ایسا لگا کہ آوازیں گھر کے نچلے حصے سے، دور کہیں سے آرہی ہیں۔

جو کچھ میں نے سُنا۔ میں اس سے بہت ڈر گیا تھا، مگر مجھ کو اتنا ہوش تھا کہ اپنے ساتھی پر اپنا خوف ظاہر کرکے اسے مزید پریشان نہ کروں۔ مجھے یہ بھی یقین نہیں تھا کہ اس نے یہ آوازیں بھی سُنی ہیں۔ حالاں کہ اس کے چہرے کا تاثر یک لخت بدل گیا۔ اس نے اپنی کرسی کا رخ موڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ دروازے کے عین سامنے ہوگئی۔ مجھے اس کا چہرہ محض ایک جانب سے نظر آرہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ہونٹ کپکپا رہے ہیں۔ اس کی گردن ڈھلک گئی۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ سویا نہیں ہے۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور سامنے تک رہی تھیں۔ اس کا جسم تھرتھرا رہا تھا جیسے بڑی تکلیف میں ہو۔

ایک ہی نظر میں یہ ساری کیفیات بھانپ لینے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ زور سے پڑھنا جاری رکھوں۔

"ہیرو نے چاروں طرف نظر دوڑائی کہ کوئی ہتھیار نظر آجائے۔ اس نے دیوار پر چمکدار زرہ بکتر ٹنگی ہوئی دیکھی اور اسے اتارنے بڑھا۔

دیوار سے زرہ اتارنے کی کوشش میں وہ دیوار سے نکل کر فرش پر گر گئی اور فرش سے ٹکرا کر زور سے بج اٹھی۔"

یہ الفاظ میرے مُنہ سے نکلے ہی ہوں گے کہ میں نے بالکل ایسی ہی آواز سُنی جیسے بھاری بھرکم زرہ بکتر فرش پر گر رہی ہو۔ میں گھبرا کر چونک اُٹھا۔ روڈرک اشر کی تھرتھراہٹ بند نہ ہوئی۔ اس کی آنکھیں سامنے تکے جا رہی تھیں۔ میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا تو اس کا سارا بدن کانپ اُٹھا۔ اس نے دھیمی سرگوشی میں کچھ کہنا شروع کیا۔ اس کے ہونٹوں کے پاس اپنے کان لے جا کر میں نے سنا تب کہیں جا کر میری سمجھ میں اس کے الفاظ کا خوف ناک مفہوم آیا۔

نہیں سنا؟ ہاں میں اسے سُن رہا ہوں اور نہ جانے کتنے طویل لمحوں اور گھڑیوں سے سنتا آیا ہوں۔ مگر میری ہمت نہیں پڑی، وائے افسوس، میں بھی کیسا احمق ہوں! میری ہمت نہیں پڑی کہ لب کھولوں! وہ زندہ تھی جب ہم نے اسے تہ خانے میں اتارا! اسے کمزوری کے ساتھ وہاں حرکت کرتے ہوئے میں کئی دنوں سے سُن رہا ہوں۔ مگر میری ہمت نہیں پڑی کہ کچھ کہوں۔ یہ کہانی جو تم ابھی پڑھ رہے تھے۔ مکان کے دروازے کا ٹوٹنا۔ یوں کہو کہ وہ تھی اور تہ خانے کے دروازے توڑنے کی کوشش کر رہی تھی، اور لوہے کے کنڈوں سے نبرد آزما تھی! ارے میں کہاں جاؤں؟ کیا میں نے سیڑھیوں پر اس کے قدموں کی آہٹ نہیں سُنی؟ اس کے دل کا دھڑکنا میرے کانوں میں نہیں گونج رہا؟ دیوانہ!" یہ کہتے ہوئے وہ دیوانہ وار اچھل کر کھڑا ہوگیا اور چیخنے لگا جیسے اس کی روح قبض کی جا رہی ہو۔ "دیوانے! میں تم سے کہتا ہوں کہ وہ اس وقت بھی دروازے پر کھڑی ہے۔!"

اس کے الفاظ کو جیسے طاقت مل گئی۔ دروازہ آپ ہی آپ کھُل گیا۔ یہ تیز ہوا کی کارستانی تھی یا نہیں؟ دروازے کے سامنے لیڈی میڈلین اشر کھڑی تھی۔ اس کے سفید لبادے پر خون کے چھینٹے۔ اس کے دبلے

پتلے بدن کے ہر ہر حصّے پر خوف ناک کشمکش کے نشانات تھے۔ ذرا دیر تک وہ یوں ہی کھڑی کانپتی رہی۔ پھر ہلکی سی چیخ کے ساتھ وہ کمرے کے اندر گرنے لگی۔ اور اپنے بھائی کے بازوؤں میں ڈھیر ہوگئی۔ اپنے ساتھ اسے بھی گھسیٹ کر گرا دیا۔ وہ مر چکا تھا۔ دہشت سے اس کا دم نکل چکا تھا۔ وہ ایوان اشر کے ڈراؤنے پن کا شکار ہوگیا۔

دہشت زدہ ہو کر میں اس کمرے اور اس عمارت سے نکل کر بھاگا۔ میں بھاگتا ہوا پُل تک پہنچا۔ طوفان زوروں پر تھا۔ اچانک ایک تیز روشنی آئی اور میں جس راستے سے گزر رہا تھا، وہ منوّر ہوگیا۔ میں نے مڑ کر دیکھا کہ روشنی کہاں سے آرہی ہے۔ میرے پیچھے وسیع و عریض ایوان اور اس کے سائے تھے۔ اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ روشنی پورے چاند کی تھی جو اس ڈھنڈار عمارت کے پیچھے سے نکل آیا تھا۔ چاند کی روشنی میں، میں نے دیکھا تو مجھے ایوان کی وہ دراڑ نظر آئی جو پہلے پہل مجھے اپنا واہمہ محسوس ہوئی تھی۔ دراڑ عمارت کی چھت سے لے کر جھیل کے کنارے تک پہنچ رہی تھی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے دراڑ وسیع ہونے لگی۔ یہاں تک کہ پورا ایوان پھٹ پڑا اور دو ٹکڑے ہوگیا۔ اس عظیم الشان دیواروں کو ٹوٹ کر گرتے ہوئے دیکھنے سے میرا دماغ جھنجھنا اٹھا۔ ایسی بے پناہ آواز آئی جیسے ہزاروں چڑھے دریا موجزن ہو رہے ہوں۔ چنگھاڑ رہے ہوں اور میرے قدموں کے ساتھ لپٹی ہوئی جھیل کے خاموش، گہرے اور سیاہ پانی نے چپ چاپ ان آثار کو نگل لیا۔ جو کبھی اشر گھرانے کا ایوان تھے۔



سرخ موت

سارے ویلس پر سُرخ موت کا سایہ تھا۔ سرخ موت، شہر شہر گلی گھوم رہی تھی۔ کوئی اس سے محفوظ نہ تھا۔ کسی قاتل کی کبھی ایسی دہشت نہ چھائی ہوگی، نہ کوئی جلاد ایسا سفاک ہوا ہوگا۔

سرخ موت آناً فاناً وار کرتی، اچانک اور ناگہانی۔ اس کے شکار ہونے والوں کے تیز درد اُٹھتا اور چکّر آنے لگتے اور اس کے بعد پھر وہ ہولناک علامت ظاہر ہوتی جس کی وجہ سے اس وبا کا نام "سرخ موت" رکھا گیا تھا۔ اس کا شکار ہونے والوں کا خون رسنے لگتا۔ بڑی بھیانک کیفیت تھی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ سارے بدن کی کھال میں سوراخ ہوگئے ہیں اور خون ایک ایک مسام سے بہا جا رہا ہے۔ یہ دیکھنے کی تاب لانا بھی ممکن نہیں تھا کہ تڑپتے ہوئے لوگ فرش پر ڈھیر ہو جاتے اور اذیت کی شدت کے مارے چیخنے لگتے آدھے گھنٹے کے اندر ان کا سانس اکھڑ جاتا اور ان کا دم نکل جاتا۔ مرنے والوں کے چہرے خون سے سرخ ہو جاتے، کیوں کہ یہی سرخ موت کا نشان تھا۔

کسی کو معلوم نہ تھا کہ اس کا سبب کیا ہے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کا علاج کیسے کیا جائے۔ اور کسی کو خبر نہ تھی کہ وہ اگلا وار کہاں اور کس پر کرے گی۔ لوگ ہر وقت اس کے خوف اور مستقل عذاب میں رہتے۔

لیکن ایک جی دار ایسا بھی تھا جس کو سرخ موت کی مطلق پروا نہ

تھی۔ اس کا نام تھا شہزادہ پروسپرو۔ دولت مند اور سیر و تفریح کا دلدادہ شہزادہ اپنی عیش و عشرت کی زندگی کے معمولات کو اسی طرح جاری رکھے رہا اور چاروں طرف لوگ موت کا لقمہ بنتے جا رہے تھے۔ شہزادے کو تو جیسے خبر ہی نہیں تھی۔

سُرخ موت لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارے چلی جا رہی تھی۔ آخر کار شہزادے کو بھی اندازہ ہو گیا کہ اس کے آدھے سے زیادہ نوکر چاکر، خدمت گار مر چکے ہیں اور اس کے بہت سے دوست بھی اس دنیا سے اُٹھ گئے ہیں۔

لیکن خوف یا غم کا اظہار کرنے کے بجائے شہزادے نے اس خبر کو سُن کر بھی اپنے مخصوص انداز میں یوں ہی ٹال دیا۔ "میں بڑی بھاری دعوت رچاؤں گا" اس نے کہا۔ "چھ مہینے جاری رہنے والی دعوت، جس میں ہم سب اس بیکار کی "مصیبت" کو بھول جائیں گے۔"

لہٰذا شہزادے پروسپرو نے دربار کے امرا اور رؤسا اور ان کی بیگمات کو بُلاوے بھیجے۔ "ہم اس اداس اور سوگوار شہر سے باہر نکل جائیں گے،" اس نے کہا۔ "گاؤں میں میرا محل ہے۔ ہم وہاں کا رخ کریں گے۔"

دربار کے امرا و رؤسا کے لیے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی تھی کہ شہزادے کے پیچھے پیچھے اس محل میں چلے جائیں جو سب سے الگ تھلگ ایک دور اُفتادہ علاقے میں واقع تھا۔ سب کا خیال تھا کہ وہاں پہنچ کر وہ سرخ موت کے خطرے سے محفوظ ہو جائیں گے اور اس کو بھول جائیں گے۔

شہزادے کا محل بہت شاندار تھا۔ اونچا، پُرشکوہ اور قدیم۔ لیکن آس پاس کی ویرانی کی وجہ سے بالکل سُنسان معلوم ہوتا۔ اس کے چاروں طرف مضبوط اور اونچی فصیل کھنچی ہوئی تھی جس میں لوہے کے پھاٹک تھے۔ جب تمام مہمان محل کی فصیل کے اندر داخل ہو گئے تو شہزادے نے حکم دیا کہ پھاٹک بند کر دیے جائیں اور اُن پر قفل چڑھا دیے جائیں۔

اب سرخ موت یہاں داخل نہیں ہو سکتی۔ اس نے ہنس کر کہا۔ "باقی دنیا اس سے نمٹتی رہے!" اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی تائید کی۔ پھاٹکوں پر قفل چڑھا دیے گئے اور فصیل کو بند کر دیا گیا۔

محل کے اندر شہزادے نے بہت دن تک رہنے کا سامان مہیا کیا ہوا تھا۔ کھانے پینے کی چیزیں بہت افراط سے تھیں۔ نوکر چاکر بہت تھے کہ مہمانوں کی معمولی سے معمولی ضرورت کا خیال رکھیں۔ موسیقار موجود تھے کہ سبھا سجا سکیں اور ماہر کلاونت کہ روز شام کو محفل گرم رہے۔ پڑھنے کے لیے کتابیں تھیں اور مسخرے موجود تھے کہ لوگوں کو ہنساتے رہیں اور کس چیز کی کمی تھی؟ سب کا خیال تھا کہ جب تک کہ وبا کا زور ٹوٹ نہیں جاتا، "وقت گزارنے کا اس سے بہتر طریقہ نہیں ہو سکتا" اور نہ اس سے بہتر کوئی جگہ ہو سکتی ہے۔ یہاں محل کی اونچی فصیل کے اندر ہر شخص خوش تھا اور مطمئن اور محفوظ تھا۔

یہ دعوت چھ مہینے تک چلتی رہی، گاہے بگاہے شہزادے کو اطلاع ملتی رہتی کہ سرخ موت سارے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔ سرخ موت کا قہر اور بڑھ گیا ہے۔ لیکن ایسی کوئی خبر محل کے اندر مہمانوں کے رنگ میں بھنگ نہیں ڈال سکتی تھی۔ وہ کھانے پینے، مزے اُڑانے میں دن بھر مشغول رہتے۔

ان کو تکلیف تھی تو بس اتنی کہ حد سے زیادہ تفریح سے بھی اکتاہٹ ہونے لگتی ہے۔ ان کو بیزاری سے بچانے کے لیے شہزادے نے ایک اور دلچسپی کا ڈول ڈالا۔ اس نے اپنے مہمانوں سے کہا کہ ہم نقاب پوش رقص کا اہتمام کریں گے۔ ہم بہت بڑے پیمانے پر ایسے رقص کی محفل سجائیں گے جس میں تمام مہمان بھیس بدل کر اور بہروپ بھر کر آئیں گے اور محل کے سارے مہمان اس میں شریک ہوں گے۔

محل کے مہمانوں میں اس خبر سے خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ دربار کے امیر اور رئیس اور ان کی بیگمات بڑے جوش و خروش سے یہ طے کرنے

میں جُٹ گئے کہ وہ کون سا سوانگ بھریں گے اور کس بھیس میں جائیں گے خوب تیاریاں ہونے لگیں۔

آخر کار وہ دن بھی آ گیا جب نقاب پوش رقص ہونا تھا۔ محل کے پرانے حصّے میں سات وسیع و عریض رقص گاہیں تھیں۔ شہزادے نے فیصلہ کیا کہ رقص کا اہتمام انھی میں کیا جائے۔ رقص کے لیے استعمال ہونے والے یہ سات کمرے ایک کے بعد ایک واقع تھے اور ان کی اونچی لمبی کھڑکیاں آس پاس کے دیہات کی طرف کھلتی تھیں بلکہ ایک اور راہداری پر کھلتی تھیں جس کو بند کر دیا گیا تھا۔ کمروں میں روشنی کے لیے دیوار میں مشعلیں لگی ہوئی تھیں۔ جب مشعلیں جل اُٹھتیں تو ان کے بھڑکتے شعلوں کی وجہ سے ایک عجیب سا تاثر پیدا ہو جاتا۔

ہر کمرے کے در و دیوار ایک الگ رنگ کے تھے، اور اسی رنگ کے پردے اور دیوار گیر تصویریں مزین تھیں۔ پہلا کمرہ نیلا تھا، دوسرا کمرہ عنابی، تیسرا سبز، چوتھا نارنجی، پانچواں سفید اور چھٹا کاسنی۔ ہر کمرے کی اونچی اونچی پتلی پتلی کھڑکیوں میں رنگین شیشے جڑے ہوئے تھے جن کا رنگ دیواروں کے رنگ جیسا تھا۔

"کمروں کو اس طرح سجانا بھی کیسی عجیب بات ہے۔" ایک خاتون نے کہا۔ "شہزادے کا ذوق بہت غیر معمولی ہے!"

لیکن ساتواں کمرہ ایسا تھا کہ سارے مہمانوں کو سب سے زیادہ عجیب معلوم ہوتا تھا۔ اس کمرے کی دیواریں سیاہ پوش نظر آتی تھیں۔ دبیز سیاہ مخمل کی طویل، دیوار گیر تصویریں فرش تک آتی تھیں، جہاں سیاہ رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا۔ یہ واحد کمرہ تھا جہاں کھڑکیوں کا رنگ کمرے کی دیواروں جیسا سیاہ نہیں تھا۔ سیاہ رنگ کے بجائے ساری کھڑکیوں کا رنگ سرخ تھا، اتنا سُرخ جیسے خون۔

اس ساتویں کمرے میں ایک اور عجیب چیز تھی۔ ایک دیوار کے ساتھ دیو قامت گھڑیال تھا جو آبنوس کا بنا ہوا تھا۔ اس کا نام پینڈولم سونے کا بنا ہوا تھا، اور آگے پیچھے حرکت کرتا ہوا لمحوں کا حساب رکھتا۔ لیکن جب گھنٹہ پورا ہو جاتا تو اس میں ایسی آواز آتی کہ رقص کرنے والے تمام لوگ تھم جاتے۔ ان کے چہرے فق ہو جاتے۔ موسیقار اپنے ہاتھوں میں وائلن تھامے رہ جاتے اور چور نظروں سے ایک دوسرے کی طرف تکنے لگتے۔ وہ دل ہی دل میں قسم کھاتے کہ اگلا گھنٹہ پورا ہوگا تو وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے۔ لیکن ہر مرتبہ ایسا ہوتا کہ گھنٹہ بجنے کا وقت جوں جوں قریب آنے لگتا، ان کے دل ایک بار پھر سہم جاتے۔

لیکن اس عجیب، اندھیرے ساتویں کمرے اور اس بھیانک آواز والے گجر کے باوجود، رقص گاہوں میں جیسے میلا لگا ہوا تھا۔ جشن کا سماں تھا۔ لوگ نت نئے بھیس بدل کر اور زرق برق پوشاکیں پہن کر آئے تھے، اور مشعلوں کی روشنی میں رقص گاہ کے فرش پر ایسے حرکت کر رہے تھے جیسے ہوا میں اُڑ رہے ہوں۔ خوشی سے بھرے قہقہوں اور دلچسپ گفتگو کی آوازوں سے چھے کمرے بھرے ہوئے تھے۔ مگر جو بھی مہمان ساتویں کمرے کو ایک نظر دیکھ لیتا، دوبارہ اس طرف کا رخ بھی نہ کرتا۔

شہزادہ پروسپرو اس محفل میں سب سے زیادہ لطف اندوز ہو رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ہر شخص سے زیادہ خوش ہے۔ اس کا تو انداز ہی بھی تھا۔ "سب ٹھیک تو ہے ناں؟" وہ ایک ایک مہمان کے پاس جا کر پوچھتا۔ "آپ کچھ کھانا پسند کریں گے؟" وہ مہمانوں کی تواضع کر رہا تھا وہ ہر طرف نظر آ رہا تھا۔ نقاب پوش رقص واقعی بہت کامیاب جا رہا تھا۔ کئی برس سے ایسی بارونق تقریب نہ ہوئی تھی۔

خوشی کے موقعوں پر وقت تو جیسے ٹھہرتا ہی نہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پر لگا کر اُڑ گیا۔ چنانچہ اس محفل کے مہمان بھی حیران رہ گئے جب ساتویں کمرے کا عجیب و غریب گجر آدھی رات کی صدا دینے لگا۔ گجر کی آواز پہلے سے بھی زیادہ ہولناک تھی۔ ایک، دو، تین، چار... چوتھی آواز پر موسیقاروں نے ساز روک دیے، مہمان دم بخود کھڑے اس

کی آواز سن رہے تھے... پانچ، چھے، سات... گجر کی آواز سا تویں کمرے سے نکل کر سارے محل میں پھیلتی جا رہی تھی۔ رقص گاہوں کی دیواروں سے ٹکرا کر گونج رہی تھی۔

شاید اس لیے کہ سب لوگ ساکت کھڑے تھے یا شاید اس وجہ سے کہ چاروں طرف سناٹا تھا، لیکن وجہ کوئی بھی ہو، گجر پورے بارہ بجا چکا تو جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ پھر اچانک پہلے کمرے سے حیرت کی آواز بلند ہوئی اور دبی دبی سرگوشیاں پھیلنے لگیں۔ حیرت کی وجہ یہ تھی کہ رقص گاہ کے عین بیچوں بیچ، فرش پر ایک نقاب پوش موجود تھا۔ جسے اس سے پہلے کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا اور جیسے جیسے مہمان اس کی طرف متوجہ ہوتے گئے ان کی حیرت خوف میں بدلتی گئی۔ جس کی بھی نظر اس پر پڑ جاتی، اس کے حلق سے خوف کی گھٹی گھٹی چیخ نکل جاتی۔

شہزادے نے اپنے مہمانوں سے یہ تو کہا تھا کہ نت نئے بہروپ بھریں اور عجیب و غریب پوشاکیں پہن کر آئیں ـــــ جو خوب صورت ہوں یا عجیب یا مزاحیہ۔ مگر یہ ـــــ یہ تو حد ہو گئی! اس کا تو یقین ہی نہیں آتا تھا کہ ایسا کبھی ہو سکتا ہے!۔

وہ لمبا تڑنگا نقاب پوش رقص گاہ کے فرش کے بیچوں بیچ اکیلا کھڑا تھا اور اس کے کاندھوں پر سرمئی رنگ کا لبادہ تھا۔ اس نے اپنے چہرے پر جو نقاب پہن رکھا تھا وہ کسی لاش جیسا تھا، گو یا وہ اپنی قبر سے ابھی ابھی اُٹھ کر آیا ہو۔ شاید یہ لبادہ اور نقاب بھی اس محفل کے مہمان یہ سمجھ کر برداشت کر لیتے کہ جو مہمان اس نقاب کو اوڑھے ہوئے ہے اس کا مذاق ذرا سنگین ہے، مگر اس نقاب میں ایک بات بہت عجیب تھی۔ اس لاش کے نقاب پر سرخ سرخ نشان تھے ـــــ جیتے جیتے لہو کے نشان سرخ موت کے نشان!

شہزادہ پروسپیرو دوسرے کمرے میں تھا، وہ اس کمرے میں آ گیا کہ اس

اچانک خاموشی کا سبب معلوم کرے۔ جب اس نے نقاب پوش کو دیکھا تو وہ غصّے سے بپھر گیا۔ "کون گستاخ ہے جو اس طرح میری اور میرے مہمانوں کی توہین کر رہا ہے؟" وہ دہاڑا۔ "کون بدبخت ہے جو میرے محل میں ایسی بدشگونی کر رہا ہے؟"

پھر شہزادے نے مُڑ کر مہمانوں کی طرف دیکھا "پکڑ لو اسے!" اس نے چیخ کر کہا۔ "اس کے چہرے سے نقاب نوچ ڈالو، اسے اس کے جرم کی پاداش میں پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا!"

ایک آدھ مہمان آگے بڑھا مگر وہ نقاب پوش خود دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگا۔ اس جانب جہاں شہزادہ کھڑا تھا۔ جو مہمان اس کو روکنے کے لیے آگے بڑھا وہ دو چار قدم آگے بڑھا کر خود ہی رُک گیا۔ اس کے قدم من من بھر کے ہو گئے اور وہ خوف کے عالم میں ساکت ہو گیا۔ کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ اس کو روک سکے اور وہ نقاب پوش بغیر کسی روک ٹوک کے، ایک سے دوسری رقص گاہ میں گزرتا گیا اور ساتویں کمرے کے دروازے پر پہنچ کر رُک گیا۔

شہزادہ پروسپیرو اب اپنی حیرت پر قابو پا چکا تھا۔ اس نے اپنا خنجر نکال لیا اور غصّے میں بھرا ہوا اس کی جانب بڑھا۔

شہزادہ جب نقاب پوش کی طرف آیا تو نقاب پوش نے اپنے چہرے کا رُخ اس کی جانب کر دیا۔ مہمانوں نے ایک چیخ سُنی.... طویل اور تکلیف دہ چیخ۔ خنجر شہزادے کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا اور خنجر کے ساتھ ہی شہزادہ بھی فرش پر گر پڑا۔ اس کا جسم بے جان تھا اور اس کے چہرے پر خون کے سرخ نشان تھے۔

چند لمحوں تک تو سارے مہمانوں کو جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ کسی نے حرکت نہ کی۔ پھر دو ایک باہمت لوگ ذرا چونکے اور سیاہ کمرے کی طرف لپکے۔ وہ بن بلایا اور ہولناک مہمان گجر کے عین سامنے کھڑا تھا۔ ایک شخص نے اس کا لبادہ گھسیٹ لیا اور اس کا نقاب نوچ ڈالا۔

کسی کے مُنہ سے ایک آواز نہ نکلی۔ کسی کی پلک تک نہ جھپکی۔ اس لیے کہ اس لبادے اور اس نقاب میں کچھ بھی نہیں تھا۔ کوئی بھی نہیں۔ خالی لبادہ اور نقاب سیاہ فرش پر ڈھیر ہوگئے۔

ایک ایک کر کے مہمانوں پر حقیقت عیاں ہوئی اور وہ خوف کے مارے کچھ کہہ بھی نہ سکے۔ موسیقاروں اور ملازموں کو بھی احساس ہوگیا۔ کسی لٹیرے کی طرح دبے پاؤں سرخ موت وہاں پہنچ گئی تھی۔ محل کی اونچی اونچی فصیلیں اس کو روکنے میں کامیاب نہ ہوسکی تھیں۔ وہ اس نقاب پوش رقص میں بن بُلائے مہمان کی طرح شریک تھی۔

اور پھر موت نے اپنا رقص شروع کر دیا۔ وہ جہاں جہاں سے گزری تھی، لوگ درد کی شدت سے چیختے ہوئے فرش پر گرنے لگے۔ آدھے گھنٹے کے اندر، رقص گاہوں کا فرش جو موسیقی اور مہمانوں کے بے فکر قہقہوں سے گونج رہا تھا، موت کا بازار بن کر لاشوں سے پٹ گیا۔ لاشوں کے چہروں سے خون بہہ رہا تھا۔

جب اس محفل کا آخری مہمان بھی موت کا شکار ہوگیا تو وہ آبنوسی گجر چلتے چلتے رُک گیا۔ محل کی دیواروں پر جلنے والی مشعلیں زور سے بھڑکیں اور بجھ گئیں۔

اب چاروں طرف اندھیرا تھا اور تباہی اور سرخ موت کا راج۔

